باب 2

آئینی ارتقاء

(1947ء-1973ء)

آئین کا تاریخی اجمالی جائزہ (1947ء-1956ء)
A brief historical outlook on constitutional development from 1947-19 56

تخلیقِ پاکستان جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے نعمتِ عظمیٰ اور بارگاہِ ایزدی کی طرف سے ایک عطیہ ہے۔ یہ ملک مسلمانوں کی انتھک کوششوں اور قائدِ اعظمؒ کی مدبرانہ بصیرت کا ثمر ہے۔ بقول امریکی صدر ٹرومین "مملکتِ پاکستان کا معمار دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کا باپ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر جناحؒ کی غیر معمولی قیادت پاکستان اور اس کے باشندوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگی"۔

پاکستان ایک ایسی مملکت ہے جو محض نظریاتی اور مذہبی نقطہ نگاہ سے 14-اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر نمودار ہوئی۔ ہر نوزائیدہ ملک کو اپنے قیام کے فوراً بعد آئین کی ضرورت پڑتی ہے۔ آئین ایک ایسا سیاسی ڈھانچہ ہے جس کے مطابق ریاست کا نظام چلایا جاتا ہے۔ پاکستان کی قومی زندگی میں آئین سازی کا مسئلہ طویل عرصہ تک ایک معمہ بنا رہا۔ اس ضمن میں متعدد تجربات کیے گئے۔ پاکستان کو اس معمے کے حل کے لیے مختلف کٹھن منازل سے گزرنا پڑا۔ جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

پاکستان کا عبوری آئین (Interim Constitution)

حصولِ آزادی کے بعد پہلے آئین کی تیاری تک 1935ء کا قانون ہی چند ترامیم کے ساتھ عبوری آئین کے طور پر اختیار کیا گیا جس کے تحت تاج برطانیہ کی آئینی حیثیت برقرار رہی۔ وہی گورنر جنرل پاکستان کے تقرر کی منظوری دیتا تھا۔ اس آئین کے تحت وفاقی نظام رائج کیا گیا۔ گورنر جنرل کے اختیارات محدود تھے۔ اصل اختیارات کا سرچشمہ وزیرِ اعظم تھا۔ یہ پہلا آئین تھا جو 1956ء تک نافذ العمل رہا۔

پہلی آئین ساز اسمبلی (First Constitutional Assembly)

نئی آئین ساز اسمبلی کے انتخاب کی بجائے 1946ء کے انتخابات میں کامیاب ہونے والے ایسے ارکان پر مشتمل ایک آئین ساز اسمبلی تشکیل کی گئی جن کی وابستگی پاکستان کے ساتھ تھی۔ اس پہلی اسمبلی نے 10-اگست 1947ء کو قائدِ اعظمؒ کو اپنا صدر منتخب کر لیا۔ آپ نے چیف جسٹس سر عبد الرشید کے سامنے گورنر جنرل کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ آغاز میں اسمبلی 69 ارکان پر مشتمل تھی، بعد میں تعداد 79 کر دی گئی۔ مولوی تمیز الدین اسمبلی کے پہلے سپیکر تھے۔ عبوری آئین کے تحت اس نئی آئین ساز اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا جو آئین ساز اسمبلی کے ساتھ مرکزی پارلیمنٹ بھی تھی جس نے 44 قوانین کی منظوری دی۔ اس میں سے پروڈا PRODA (Public and Representative Officers Disqualification Act-1949) اہم ترین قانون تھا۔

قراردادِ مقاصد (Objectives Resolution)

12 مارچ 1949ء میں پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علی خاں کی تحریک پر آئین ساز اسمبلی نے قراردادِ مقاصد منظور کی جس کی تیاری میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے اہم کردار ادا کیا۔ قراردادِ مقاصد نے پاکستان کی آئین سازی میں نہایت اہم مقام حاصل کیا۔

قرارداد کے اہم نکات یہ تھے:

1- اقتدارِ اعلیٰ یا حاکمیت (Sovereignty)

انسانوں کی کل کائنات پر واحد حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے، جو اس نے عوامی نمائندوں کو منتقل کی ہے تاکہ وہ اپنے اختیارات کو اللہ تعالیٰ کی حدود میں رہتے ہوئے استعمال کریں، جو ایک مقدس امانت ہے۔

2- اسلامی اصول (Islamic Principles)

پاکستان میں اسلامی اقدار کو فروغ دیا جائے گا۔ جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے اسلامی اصولوں پر عمل کیا جائے گا۔

3- اسلامی طرزِ زندگی (Islamic Way of Life)

مسلمانوں کو انفرادی و اجتماعی شعبوں میں اپنی زندگیاں قرآن وسنت کی روشنی میں بسر کرنے کے قابل بنایا جائے گا۔

4- اسلامی قانون سازی (Islamic Legislation)

پاکستان کا آئین قرآن وسنت کی روشنی میں ترتیب دیا جائے گا اور یہاں اسلامی اُصولوں سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی۔

5- بنیادی حقوق (Fundamental Rights)

تمام شہریوں کو بلا امتیاز معاشرتی، معاشی، سیاسی اور مذہبی حقوق حاصل ہوں گے۔ مزید برآں انھیں فکرو اظہار، تنظیم سازی اور آزادیِ اجتماع میسر ہوگا تاکہ وہ اپنی شخصیتوں کی بہتر نشوونما کرسکیں۔

6- وفاقی طرزِ حکومت (Federal Government)

پاکستان ایک وفاق ہوگا جس میں صوبوں کو آئینی حدود کے اندر رہتے ہوئے خودمختاری حاصل ہوگی۔

7- اقلیتوں کا تحفظ (Protection of Minorities)

پاکستان کے تمام غیر مسلم شہریوں کو مکمل آزادی و تحفظ ملے گا۔ انھیں اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے اور عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی آزادی ہوگی۔

8- پسماندہ علاقوں کی ترقی (Development of Backward Areas)

پسماندہ علاقوں کو سیاسی، معاشرتی اور معاشی شعبوں میں شرکت اور ترقی کے مساوی مواقع میسر آئیں گے اور ان کے حقوق کو قانونی تحفظ دیا جائے گا۔

9- عدلیہ کی آزادی (Independence of Judiciary)

عدلیہ آزاد اور خود مختار ہوگی۔ اس پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہوگا اور وہ انصاف کے تقاضے اپنے اختیارات کے مطابق پورے کرنے کی حامل ہوگی۔

10- دفاع پاکستان (Defence of Pakistan)

پاکستان کی بری، بحری اور فضائی حدود کے دفاع کا مناسب بندوبست ہوگا اور وفاق میں شامل تمام علاقوں کی سالمیت اور ملکی آزادی کا مکمل تحفظ کیا جائے گا تاکہ پاکستان مضبوط اور خوش حال ہو اور وہ اقوامِ عالم میں اپنا جائز اور باوقار مقام حاصل کر سکے۔

اہمیت (Importance)

پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ میں قراردادِ مقاصد کو برطانیہ کے منشورِ اعظم (Magna Carta) کی حیثیت حاصل ہے۔ اس قرارداد کے ذریعے تخلیقِ پاکستان کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے قرآن وسنت کی روشنی میں ایک اسلامی معاشرے کے قیام کو ملک کا نصب العین قرار دیا گیا۔ اس لیے اس کو پاکستان کے تینوں دساتیر (1956ء، 1962ء، 1973ء) میں افتتاحیہ کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ ملک کی آئینی تاریخ میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔

بنیادی اصولوں کی کمیٹی (Basic Principles Committee)

قراردادِ مقاصد کی منظوری کے بعد مارچ 1949ء میں ہی آئین سازی کے کام کو مزید آگے بڑھانے کے لیے مختلف کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ ان میں سے سب سے اہم "بنیادی اصولوں کی کمیٹی" تھی جو 25 ارکان پر مشتمل تھی۔ اس کا چیئرمین وزیر اعظم تھا۔ مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کے لیے چار ذیلی کمیٹیاں قائم ہوئیں۔ ان سب کمیٹیوں کے علاوہ جید علمائے کرام پر مشتمل ایک بورڈ "برائے تعلیماتِ اسلامیہ" بھی بنایا گیا۔ اس کا کام آئینی نظریاتی اساس سے متعلق مشورہ فراہم کرنا تھا۔

کمیٹی کی سفارشات (Recommendations)

کمیٹی کی عبوری رپورٹ 28 ستمبر 1950ء کو لیاقت علی خاں نے اسمبلی میں پیش کی۔ یہ رپورٹ نامکمل ثابت ہوئی۔ جس کی بنا پر اس کے خلاف شدید ردِ عمل کا اظہار کیا گیا۔ لیکن نئی رپورٹ پیش ہونے سے پہلے 16 اکتوبر 1951ء کو لیاقت علی خاں کو راولپنڈی میں ایک جلسۂ عام میں شہید کر دیا گیا۔ ان کی جگہ خواجہ ناظم الدین نے گورنر جنرل کا عہدہ چھوڑ کر وزیر اعظم کا قلمدان سنبھالا۔ اور ملک غلام محمد کو پاکستان کا تیسرا گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ نئی رپورٹ جولائی 1952ء میں پایۂ تکمیل تک پہنچی۔

دوسری رپورٹ (Second Report)

دوسری رپورٹ خواجہ ناظم الدین نے 22 دسمبر 1952ء کو ایوان کے سامنے پیش کی۔ اس میں پاکستان میں دو ایوان تجویز کیے گئے۔ ایوانِ بالا 120 اور ایوانِ زیریں 400 ارکان پر مشتمل ہوگا جو برابر نمائندگی پر منتخب ہوں گے۔ ایوانِ زیریں کو قانون سازی میں برتری حاصل ہوگی۔ سربراہ صدر ہوگا۔ جس کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔ قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کے لیے علمائے کرام کا ایک بورڈ تشکیل دیا جائے گا جس کو صدر مقرر کرے گا۔ سپریم کورٹ اعلیٰ مرکزی عدالت ہوگی۔

اس رپورٹ کی بعض شقوں پر شدید تنقید کی گئی۔ سب سے زیادہ اعتراض مشرقی پاکستان کے لوگوں نے اسمبلی میں دونوں صوبوں

کی برابر نمائندگی اور مرکز و صوبوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کے بارے میں کیا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ صوبائی خودمختاری بہت کم ہے۔ علما کے بورڈ کو بھی غیر جمہوری قرار دیا گیا۔ چنانچہ ان اعتراضات کے پیش نظر یہ رپورٹ منظوری حاصل نہ کر سکی۔ اپریل 1953ء میں گورنر جنرل غلام محمد نے خواجہ ناظم الدین کو برطرف کر کے محمد علی بوگرہ کو ان کی جگہ وزیراعظم مقرر کیا جو اس وقت امریکہ میں پاکستان کے سفیر تھے۔ اس طرح مسلم لیگ میں دھڑے بندیوں کا آغاز ہوا۔

محمد علی بوگرہ کا فارمولا (Muhammad Ali Bogra's Formula)

16 اپریل 1953ء میں محمد علی بوگرہ نے پاکستان کے تیسرے وزیراعظم کا حلف اٹھایا۔ انھوں نے چھ ماہ کی تگ و دو کے بعد ایک فارمولا ترتیب دیا جو "محمد علی بوگرہ فارمولا" کہلاتا ہے۔ یہ فارمولا دسمبر 1953ء میں اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ اس فارمولے کے تحت دو ایوانی مقننہ تجویز کی گئی۔ ایوانِ بالا 150 ارکان پر مشتمل تھا جس میں ہر صوبے کو مساوی نمائندگی حاصل تھی۔ ایوانِ زیریں کی کل نشستیں 300 مقرر کی گئیں اور ان کی تقسیم آبادی کی بنیاد پر تھی۔ صدر پاکستان کا انتخاب پانچ سال کے لیے دونوں ایوانوں کے اراکین مشترکہ اجلاس میں کریں گے۔ دونوں ایوانوں کے اختیارات برابر ہوں گے۔ صدر اگر مغربی پاکستان سے ہو تو وزیراعظم مشرقی پاکستان سے لیا جائے گا۔ سپریم کورٹ پاکستان کی اعلیٰ عدالت ہوگی۔ اردو و بنگالی دونوں سرکاری زبانیں ہوں گی۔ آئین ساز اسمبلی نے 21 دسمبر 1954ء کو اس فارمولے کو منظور کر لیا۔ اس طرح آئین سازی کا حتمی مسودہ منظور ہو گیا اور اسمبلی کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

پہلی آئین ساز اسمبلی کی تنسیخ (Dissolution of Assembly)

اس مسودے کو صرف گورنر جنرل کی رسمی منظوری باقی تھی کہ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے ایک سرکاری اعلان کے ذریعے 24 دسمبر 1954ء کو اسمبلی کو منسوخ کر کے ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان میں دوسری آئین ساز اسمبلی کے انتخابات جلد کروانے کا ذکر بھی کیا۔ ایسے نازک موقع پر اسمبلی توڑنے کے خطرناک نتائج برآمد ہوئے۔ اسمبلی توڑنے کی اہم وجہ یہ بتائی گئی کہ مشرقی پاکستان میں 1954ء کے صوبائی انتخابات میں برسرِ اقتدار مسلم لیگ کو زبردست ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح پروڈا (PRODA) قانون کو ختم کر کے گورنر جنرل کے اختیارات میں کمی کر دی گئی تھی جسے گورنر جنرل نے برداشت نہ کیا اور اسمبلی منسوخ کر دی۔

دوسری آئین ساز اسمبلی کا قیام (Second Constituent Assembly)

برخاست شدہ اسمبلی کے سپیکر مولوی تمیزالدین نے گورنر جنرل کے اسمبلی توڑنے کے اقدامات کو سندھ ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا جس نے مولوی تمیزالدین کے حق میں متفقہ فیصلہ سنایا۔ لیکن حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ سپریم کورٹ نے حکومتی فیصلے کو جائز قرار دیتے ہوئے کہا کہ اسمبلی اپنی نمائندہ حیثیت کھو چکی ہے۔ اور آئین بنانے میں ناکام رہی ہے۔ لہٰذا نئی آئین ساز اسمبلی کی تشکیل کی جائے۔ چنانچہ نئی آئین ساز اسمبلی کا انتخاب 23 جون 1955ء کو کرایا گیا۔ اس کے اراکین کی تعداد 80 تھی۔ جنھیں صوبائی اسمبلیوں نے منتخب کیا تھا۔ مشرقی و مغربی پاکستان کو مساوی نمائندگی دی گئی۔ مسلم لیگ صرف 25 نشستیں حاصل کر سکی۔ مخلوط حکومت کا قیام عمل میں آیا جس کے قائد چودھری محمد علی مقرر ہوئے۔

وحدت مغربی پاکستان (One Unit)

جغرافیائی عوامل آئین سازی میں تاخیر کا سبب بنے۔ کیونکہ ملک دو غیر مساوی حصوں میں منقسم تھا۔ مشرقی پاکستان کی آبادی زیادہ اور ایک وحدت پر مبنی تھی۔ مغربی پاکستان چار صوبوں اور بارہ ریاستوں پر محیط تھا۔ چنانچہ نئی حکومت نے مغربی پاکستان کے تمام صوبوں اور ریاستوں کو ملا کر ایک صوبہ تشکیل دے دیا۔ 14 اکتوبر 1955ء کو مغربی پاکستان کا نیا صوبہ وجود میں آیا جو بارہ ڈویژن پر مشتمل تھا۔ اس طرح وفاق مغربی اور مشرقی پاکستان پر مشتمل ہوگیا۔ اس سے نمائندگی کے مسئلے میں حائل رکاوٹیں دور ہوگئیں۔ نواب مشتاق احمد گورمانی مغربی پاکستان کے پہلے گورنر اور ڈاکٹر خان صاحب پہلے وزیر اعلیٰ بنے۔ یہ وحدت 1970ء تک قائم رہی۔

نئے آئین کی تشکیل (Composition of New Constitution)

وحدت مغربی پاکستان کے بعد آئین سازی کا کام بہت حد تک آسان ہوگیا۔ پہلی آئین ساز اسمبلی کافی کام مکمل کر چکی تھی۔ اس سے استفادہ کرتے ہوئے چودھری محمد علی نے دوسری آئین ساز اسمبلی کی نگرانی میں بڑی کاوش اور تن دہی سے ایک ایسا فارمولا تشکیل دیا، جس پر تمام سیاسی گروپوں اور صوبوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔ نئے آئین کا مسودہ 9 جنوری 1956ء کو اسمبلی میں پیش کیا گیا، جسے گورنر جنرل کی حتمی منظوری کے بعد پاکستان کے پہلے آئین کے طور پر 23 مارچ 1956ء کو ملک میں نافذ کر دیا گیا۔

1956ء کے آئین کے اہم خدوخال
(Salient Features of Constitution of 1956)

-1 تحریری آئین (Written Constitution)

1956ء کا آئین مختصر اور تحریری نوعیت کا تھا۔ یہ آئین 234 دفعات، 13 ابواب اور 6 گوشواروں پر مشتمل تھا۔ آئین کے افتتاحیہ میں قرارداد مقاصد کو شامل کیا گیا۔

-2 وفاقی آئین (Federal Constitution)

اس آئین کے تحت پاکستان کو وفاقی ریاست قرار دیا گیا۔ وفاق دو صوبوں پر محیط تھا۔ ایک مغربی پاکستان اور دوسرا مشرقی پاکستان۔ اختیارات حکومت کو مرکز اور صوبوں میں تین فہرستوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک مرکزی حکومت کے اختیارات کی فہرست، دوسری صوبائی حکومتوں کے اختیارات کی فہرست اور تیسری مشترکہ اختیارات کی فہرست تھی جس پر بیک وقت مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو قانون سازی کا اختیار تھا۔ آئین میں کافی حد تک صوبوں کو صوبائی خودمختاری دی گئی تھی۔

-3 لچکدار آئین (Flexible Constitution)

یہ آئین لچکدار نوعیت کا تھا۔ اس میں بدلتے ہوئے حالات کے مطابق تبدیلیوں کی گنجائش تھی۔ قومی اسمبلی کے حاضر ارکان کی دو تہائی اکثریت آئین میں ترمیم کی مجاز تھی جس کی توثیق صدر کرتا تھا۔

-4 پارلیمانی نظام (Parliamentary System)

یہ آئین پارلیمانی نظام کا حامل تھا۔ ملک کا سربراہ صدر اور حکومت کا سربراہ وزیر اعظم تھا۔ صدر کو برائے نام اختیارات حاصل

تھے۔ اختیارات کا اصل سرچشمہ وزیر اعظم تھا۔ وزیر اعظم اپنی کابینہ چننے کا مجاز تھا۔ لیکن وہ اور اس کی کابینہ قومی اسمبلی کے سامنے اپنے اعمال کے لیے جوابدہ تھی۔ صدر کو قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیاں مل کر پانچ سال کے لیے منتخب کرتی تھیں۔ صدر کا مواخذہ قومی اسمبلی کی دو تہائی اکثریت سے ہی ممکن تھا۔ قومی اسمبلی کی اکثریت وزیر اعظم اور وزرا کے خلاف عدم اعتماد کا اختیار رکھتی تھی۔

5- یک ایوانی مقننہ (Unicameral Leglislature)

اس آئین کے تحت یک ایوانی مقننہ کا طریق کار رائج کیا گیا جس کا نام قومی اسمبلی تھا جو 300 اراکین پر مشتمل تھی۔ 150 مشرقی پاکستان اور 150 مغربی پاکستان سے تھے۔ خواتین کے لیے 10 نشستیں مخصوص تھیں جن میں پانچ مشرقی پاکستان اور پانچ مغربی پاکستان سے منتخب ہونا تھیں۔ اسمبلی کی مدت 5 سال تھی۔

6- عدلیہ کی آزادی (Independence of Judiciary)

اس آئین میں عدلیہ کی آزادی کی ضمانت فراہم کی گئی۔ اعلیٰ ترین عدالت سپریم کورٹ ہوگی۔ دونوں صوبوں میں دو ہائی کورٹس کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ چیف جسٹس اور ججوں کی تقرری صدر پاکستان کریں گے۔ ججوں کو ملازمت کا تحفظ حاصل تھا۔ ان کی برطرفی مواخذہ کے ذریعے قومی اسمبلی کی دو تہائی اکثریت سے ممکن تھی جس کی توثیق صدر پاکستان نے کرنا تھی۔

7- واحد شہریت (Single Citizenship)

پاکستان میں شہریوں کو صرف واحد شہریت حاصل ہوگی۔ تمام شہری پاکستانی کہلائیں گے۔ امریکہ میں شہریوں کو دوہری شہریت حاصل ہے۔ ایک مرکزی حکومت کی شہریت اور دوسری ریاستوں کی حکومت کی شہریت جبکہ پاکستان میں واحد شہریت کا اصول قائم تھا۔

8- بنیادی حقوق (Fundamental Rights)

آئین کے مطابق شہریوں کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جس کی ضمانت اقوام متحدہ کے چارٹر میں فراہم کی گئی ہے۔ تمام شہری قانون کی نگاہ میں برابر ہوں گے اور ان کو معاشرتی، سیاسی اور معاشی حقوق عطا کیے جائیں گے۔ کسی شہری کو بلا جواز گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ گرفتاری کی صورت میں اسے صفائی کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ ان حقوق کو عدالتی تحفظ میسر ہوگا۔ ان حقوق کی پامالی کی صورت میں شہریوں کو عدلیہ سے رجوع کرنے کی اجازت ہوگی۔

9- سرکاری زبانیں (Official Languages)

1956ء کے آئین کے تحت اردو اور بنگالی دونوں زبانوں کو سرکاری زبان کے طور پر تسلیم کیا گیا لیکن ساتھ یہ وضاحت کی گئی کہ آئندہ پچیس سال تک انگریزی دفتری زبان کی حیثیت سے رائج رہے گی۔

10- اسلامی دفعات (Islamic Provisions)

آئین کی رو سے پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔ صدر لازمی طور پر مسلمان ہوگا۔ قرارداد مقاصد کو آئین کے دیباچہ میں شامل کیا گیا جس کی رو سے حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ اور اختیارات کو عوامی نمائندے ایک مقدس امانت کے طور پر قرآن وسنت کے مطابق استعمال کریں گے۔ عوام اپنی انفرادی واجتماعی زندگیوں کو اسلام کے مطابق گزاریں گے۔ کوئی قانون

قرآن وسنت سے متصادم نہ بنایا جائے گا اور نہ ہی نافذ العمل ہوگا۔ ملک سے سود، عصمت فروشی، جوا اور شراب کی لعنت کا خاتمہ کیا جائے گا۔ پاکستان کو ایک فلاحی مملکت بنایا جائے گا۔

11- آئینی ادارے (Constitutional Institutions)

اس آئین کے تحت مختلف آئینی ادارے قائم کیے گئے جن میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، پبلک سروس کمیشن، چیف الیکشن کمشنر اور آڈیٹر جنرل قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام ادارے اپنے دائرۂ اختیارات میں عمل کرنے کے مجاز تھے۔

1962ء کے آئین کے اہم خدوخال

(Salient Features of Constitution of 1962)

فروری 1960ء میں ایوب خاں نے سابق چیف جسٹس شہاب الدین کی سرکردگی میں آئین سازی کے لیے ایک دس رکنی آئینی کمیشن تشکیل دیا جس نے اپنی سفارشات مئی 1961ء میں صدرِ مملکت کو پیش کر دیں۔ بعد ازاں صدر نے وزیر خارجہ منظور قادر کی قیادت میں کابینہ کے سات ارکان پر مشتمل ایک آئینی کمیٹی بنائی جس نے آئینی کمیشن کی سفارشات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی مرضی سے آئینی سفارشات مرتب کیں جنھیں گورنروں کی کانفرنس میں منظور کر لیا گیا۔ اس طرح آئین مکمل کر لیا گیا۔

8 جون 1962ء کو صدر محمد ایوب خاں نے ایک صدارتی حکم کے ذریعے اُس آئین کو ملک میں نافذ کر دیا۔ اس کے نمایاں خدوخال درج ذیل ہیں:

1- تحریری آئین (Written Constitution)

1962ء کا آئین 250 دفعات، 5 گوشواروں، 8 ترامیم اور مارشل لا کے 31 ضوابط پر مشتمل ایک تحریری آئین تھا۔ اسے 12 حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ گویا ضخامت کے لحاظ سے یہ 1956ء کے آئین سے طویل تھا۔

2- وفاقی آئین (Federal Constitution)

1962ء کے آئین کے مطابق پاکستان دو صوبوں پر مشتمل وفاق تھا۔ قومی اسمبلی میں دونوں صوبوں یعنی مشرقی و مغربی پاکستان کو یکساں نمائندگی دی گئی۔ انتخابی ادارے میں بھی دونوں صوبوں کے نمائندوں کی تعداد یکساں یعنی چالیس، چالیس ہزار تھی۔ آئین میں مرکزی حکومت کے اختیارات کی وضاحت کی گئی۔ باقی ماندہ اختیارات صوبوں کو عطا کیے گئے۔

3- صدارتی آئین (Presidential Constitution)

اس آئین کے تحت صدارتی طرز حکومت کا تجربہ کیا گیا۔ صدر سربراہ مملکت اور سربراہ حکومت بھی تھا۔ جس کا انتخاب بنیادی جمہوریتوں کے 80 ہزار اراکین پر مشتمل انتخابی ادارہ 5 سال کے لیے کرتا تھا۔ تمام انتظامی اختیارات کا محور صدر تھا۔ اس کو قانون سازی کے وسیع اختیارات تفویض کیے گئے تھے۔ کابینہ کے ارکان قومی اسمبلی کی بجائے صدر کے سامنے جوابدہ تھے۔ کلیدی آسامیوں کی تمام تقرریاں صدر کے ہاتھ میں تھیں۔

4- استوار آئین (Rigid Constitution)

اس آئین کے تحت قومی اسمبلی کی دو تہائی اکثریت آئین میں ترمیم کر سکتی تھی۔ ترمیمی بل صدر کی منظوری کے لیے پیش

کیا جاتا تھا۔ اس کے دستخطوں سے وہ بل قانونی شکل اختیار کر لیتا تھا۔ صدر منظوری کے بغیر اسے دوبارہ قومی اسمبلی کو بھیجنے کا مجاز تھا۔ قومی اسمبلی کی تین چوتھائی اکثریت اگر اسے دوبارہ پاس کردے تو صدر اسے استصواب رائے کے لیے انتخابی ادارے کے سامنے پیش کر سکتا تھا۔ اگر انتخابی ادارہ کثرت رائے سے منظوری دے دے تو صدر کی منظوری کے بغیر ہی وہ ترمیم آئین کا حصہ بن سکتی تھی۔

5- یک ایوانی مقننہ (Unicameral Legislature)

1956ء کے آئین کی طرح 1962ء کے آئین میں بھی یک ایوانی مقننہ ترتیب دی گئی جسے قومی اسمبلی کا نام دیا گیا۔ جس کو بالواسطہ انتخاب کے ذریعہ انتخابی ادارہ 5 سال کے لیے منتخب کرتا تھا۔ اس میں دونوں صوبوں کو مساوی نمائندگی حاصل تھی۔

6- واحد شہریت (Single Citizenship)

1956ء کے آئین کی طرح 1962ء کے آئین میں بھی واحد شہریت کا اصول اپنایا گیا۔ پاکستان کے تمام شہری صرف جمہوریہ پاکستان کے شہری تھے۔ مشرقی یا مغربی پاکستان کے نہیں جبکہ وفاقی طرز حکومت میں دوہری شہریت اپنائی جاتی ہے۔

7- بنیادی حقوق (Fundamental Rights)

بنیادی آئین میں بنیادی حقوق کا تذکرہ مفقود تھا۔ آئین میں پہلی ترمیم کے ذریعے بنیادی شہری حقوق شامل کیے گئے اوران کے تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کی گئی جو عدلیہ کے ذمہ تھی۔ ان حقوق کے منافی کوئی قانون سازی ممکن نہ تھی۔ حکومت کا کوئی شعبہ بنیادی حقوق کے خلاف اقدام نہیں کر سکتا تھا۔ اہم ترین بنیادی حقوق میں تحریر وتقریر کی آزادی، اجتماع وانجمن سازی، مذہبی آزادی اور جان ومال کا تحفظ شامل تھا۔

8- اسلامی دفعات (Islamic Provisions)

اس آئین میں قرارداد مقاصد کو ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا جس میں یہ وضاحت کی گئی کہ پوری کائنات کی حاکمیت بلاشرکت غیر اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ پاکستان کے عوام قرآن وسنت کی حدود میں رہتے ہوئے حاکمیت کو ایک مقدس امانت کی حیثیت سے استعمال کرنے کے پابند ہیں۔ ملک کا نام پہلے ''جمہوریہ پاکستان'' رکھا گیا۔ لیکن عوام کے اصرار پر آئین میں ترمیم کے ذریعے ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' رکھا گیا۔ صدر مملکت کا مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔ پاکستان کے عوام کو اپنی انفرادی واجتماعی زندگیاں اسلامی اُصولوں کے مطابق بسر کرنے کے قابل بنایا جائے گا۔ اور اسلامی تعلیمات سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی۔

9- اسلامی مشاورتی کونسل (Islamic Advisory Council)

صدر پاکستان، گورنروں، مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کو قانونی معاملات میں مشورے دینے کے لیے ایک اسلامی مشاورتی کونسل تشکیل دی جائے گی تاکہ قانون سازی اسلام کے مطابق ممکن ہو اور موجودہ قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالا جا سکے۔ اسلامی مشاورتی کونسل عملاً ایک بے اختیار ادارہ تھی۔ اس کی رائے کی حیثیت صرف مشاورتی تھی۔ حکومت اس کو قبول کرنے کی پابند نہ تھی۔

10- قومی زبانیں (National Languages)

اردو اور بنگالی دونوں کو قومی زبانوں کی حیثیت دی گئی لیکن انگریزی کو اس وقت تک سرکاری زبان کی حیثیت حاصل رہے گی جب تک قومی زبانیں دفتری حیثیت اختیار نہیں کر لیتیں۔

11- بالواسطہ جمہوریت (Indirect Democracy)

براہِ راست انتخاب کا طریقہ ختم کر کے بالواسطہ جمہوریت کا نیا نظام رائج کیا گیا۔ اس نظام کو بنیادی جمہوریتوں کا نام دیا گیا۔ صدر، قومی اسمبلی اور دونوں صوبائی اسمبلیوں کے انتخاب کے لیے ایک انتخابی ادارہ قائم کیا گیا۔ جس کے ارکان کی تعداد 80 ہزار تھی جو بعد میں ایک لاکھ بیس ہزار کر دی گئی۔ ان کو عوام منتخب کرتے تھے۔ یہ ارکان دونوں صوبوں سے یکساں تعداد میں لیے جاتے تھے۔

1971ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب

Causes of Separation of East Pakistan in 1971

مشرقی پاکستان وفاق پاکستان کا دایاں بازو تھا۔ جہاں جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے ایک الگ وطن کے حصول کے لیے پاکستان کی بانی جماعت مسلم لیگ کا پودا 1906ء میں لگایا تھا اور مسلم زعما نے انگریزوں اور ہندوؤں کی تنگ نظری سے نجات کا راستہ اختیار کیا۔ یہ بازو اندرونی و بیرونی ریشہ دوانیوں کے سبب 1971ء میں ہم سب سے کٹ گیا۔ پاکستان دولخت ہوگیا۔ ذیل میں اس کے اسباب کا ذکر کیا جاتا ہے:

1- قومی قیادت کا فقدان (Lack of National Leadership)

قائداعظمؒ کی وفات کے بعد پاکستان میں محبِ وطن لیڈرشپ کا فقدان ہوگیا۔ مسلم لیگی قائدین عوام پر حکومت کرنا صرف اپنا حق سمجھتے تھے جس کے پیشِ نظر مشرقی پاکستان کی مسلم لیگی وزارت قیامِ پاکستان کے بعد عوام کا اعتماد حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ ان کا مسلسل رابطہ عوام سے برقرار نہ رہا۔ وہ عوامی مسائل سے بالکل آگاہ نہ تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ 1954ء کے مشرقی پاکستان میں انتخابات ہار گئی۔ اس نے برے اثرات مرتب کیے جو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا سبب بنے۔

2- اقتصادی بدحالی (Poor Economic Condition)

مشرقی پاکستان ہمیشہ سے اقتصادی طور پر بدحالی کا شکار رہا۔ تقسیمِ ہند سے پہلے بھی اس کی پسماندگی کا سبب مغربی بنگال کا ہندو صنعت کار اور ہندو زمیندار تھا۔ اب بھی ہندو مشرقی پاکستان کی معیشت پر چھائے ہوئے تھے۔ کثیر آبادی پر مشتمل یہ صوبہ اپنے مخصوص جغرافیائی حالات کی وجہ سے اتنی جلدی صنعت کاری کے اثرات حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ پوری کوششوں کے باوجود بھی پاکستان کے دوسرے صوبوں کے مقابلے میں معاشی طور پر پسماندہ رہا۔ اس سے مقامی آبادی میں احساسِ محرومی پیدا ہوگیا جو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی صورت میں نمودار ہوا۔

3- ہندو اساتذہ کا منفی کردار (Negative Role of Hindu Teachers)

قیامِ پاکستان کے بعد حکومتیں پاکستانی قومیت کا جذبہ ابھارنے میں ناکام رہیں۔ اس کے برعکس پاکستان مخالف گروہ اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے میں کامیاب رہے۔ بدقسمتی سے بنگالی مسلمان ہمیشہ تعلیمی میدان میں ہندو سے کم تر رہا اس لیے سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ کی اکثریت ہندوؤں پر مشتمل تھی جنھوں نے نئی نسل کے ذہنوں کو بنگالی قومیت سے آلودہ کر دیا۔ اسے نظریۂ پاکستان کے خلاف قیادت پر آمادہ کیا اور اس طرح مغربی پاکستان سے علیحدگی حاصل کرنے کی راہ ہموار کی۔

4- بنگالی زبان کا مسئلہ (Problem of Bengali Language)

بنگالی زبان کے مسئلے نے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد اردو کو قومی زبان قرار دیا گیا۔ بنگالیوں نے بنگالی زبان کے حق میں تحریک شروع کی لیکن قائداعظمؒ کے غیر معمولی اثر و رسوخ کی وجہ سے یہ تحریک وقتی طور پر دب گئی۔ 1956ء کے آئین میں اردو اور بنگالی زبان کو سرکاری زبانیں تسلیم بھی کر لیا گیا لیکن بنگالیوں کی نفرت دور نہ ہو سکی۔

5- صوبائی تعصبات (Provincial Prejudices)

مشرقی پاکستان کی آبادی کل آبادی کا 56 فیصد تھی۔ لیکن وہ پاکستان کے پانچ یونٹوں میں سے ایک یونٹ تھا لیکن مشرقی پاکستان کے طالع آزما سیاستدانوں نے نہ صرف ایوانِ زیریں میں آبادی کے تناسب سے نمائندگی کا مطالبہ کیا بلکہ ایوان بالا میں بھی اس فارمولے پر زور دیا۔ جس کی بنا پر بنگالی اور پنجابی سیاستدان ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہو گئے جو ملک کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا موجب بنے۔

6- سیاستدانوں کی علاقائی سیاست (Territorial Politics of Politicians)

1954ء میں مسلم لیگ انتخابات ہار گئی اور میدانِ سیاست سہروردی، بھاشانی اور فضل الحق کے ہاتھ میں چلا گیا جنھوں نے اقتدار ایک دوسرے سے چھیننے کے لیے ہندو ارکان اسمبلی کی حمایت حاصل کرنے کی تگ و دو شروع کر دی۔ عوام کو ساتھ ملانے کے لیے منفی ہتھکنڈے استعمال کیے۔ اس طرح کرسی کے حصول کے لیے ان سیاستدانوں نے اس کرسی کے پائے توڑنے کی پالیسی پر عمل کیا۔

7- ایوبی آمرانہ دور (Ayub Dictatorial Era)

ایوب کا دس سالہ آمرانہ دور پاکستان پر مسلط رہا۔ مستقل طور پر نافذ ''ہنگامی حالت'' نے نوکر شاہی کو تحفظ دیے رکھا۔ انھوں نے عوام کو دبا کر رکھنے کی وہ باتیں اختیار کیں جس کے خلاف اندرونی طور پر ردعمل پیدا ہوتا رہا۔ مشرقی پاکستان کے عوام بھی اس سنگین حالت کو برداشت نہ کر سکے اور علیحدگی پر مجبور ہو گئے۔

8- مجیب الرحمٰن کا چھ نکاتی فارمولا (Six Points Formula of Mujeeb-ur-Rehman)

مجیب الرحمٰن کا چھ نکاتی فارمولا مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے لیے زہر قاتل ثابت ہوا۔ اس فارمولے کا سبب یہ تھا کہ صوبوں کو الگ ریاستیں بنا دیا جائے اور نیم وفاق قائم کر دیا جائے۔ مجیب الرحمٰن نے معاشی بدحالی سے پسے ہوئے عوام کو اس حد تک مسحور کر لیا کہ جب تک مغربی پاکستان کی غلامی ختم نہیں ہو جاتی تم خوشحال نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی خود ساختہ صوبائی خودمختاری کے ڈرامے میں کامیاب ہو گیا۔

9- بھٹو مجیب اختلافات (Bhutto Mujeeb Differences)

بھٹو مجیب اختلافات نے علیحدگی کے مسئلے کو مزید ہوا دی۔ ان دونوں کے اختلافات کو ختم کروانے کے لیے مذاکرات کا اہتمام کیا گیا لیکن چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ بھٹو نے 3 مارچ 1971ء کے قومی اسمبلی کے اجلاس کا بائیکاٹ کیا جس سے مغربی اور مشرقی پاکستان کے درمیان فاصلہ بڑھا جو علیحدگی کا موجب بنا۔

10- فوجی کارروائی (Military Action)

23 مارچ 1971ء کو مجیب الرحمٰن نے اعلانِ بغاوت کر دیا۔ بنگلہ دیش کے جھنڈے تک لہرا دیے گئے اور مغربی پاکستان کے باشندوں اور بہاریوں کا قتلِ عام شروع کر دیا گیا جس کے پیشِ نظر فوجی کارروائی کا فیصلہ کیا گیا۔ میجر جنرل یعقوب علی خاں نے فوجی کارروائی سے انکار کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیا اور ٹکا خاں کو مشرقی پاکستان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ٹکا خاں نے سنگین کارروائی کا ارتکاب کیا۔ اس کارروائی نے مغربی پاکستان کے خلاف مزید ردِعمل پیدا کیا اور مرکزی حکومت عوامی حمایت سے اور زیادہ محروم ہو گئی۔

11- گنگا طیارے کا اغوا (Hijacking of Ganga Aircraft)

بھارت نے ایک اپنا گنگا طیارہ اغوا کر کے لاہور پہنچا دیا جس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پاکستان پر عائد کر دی گئی۔ اس کے بعد اس طیارے کے اغوا کو بہانہ بنا کر بھارت نے مغربی پاکستان کا مشرقی پاکستان سے فضائی رابطہ منقطع کر دیا۔ یہ محض ایک سازش تھی جو صرف مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے لیے تیار کی گئی تھی۔ فضائی رابطے کے خاتمے سے مشرقی پاکستان کو اسلحہ کی ترسیل رک گئی۔

12- علاقائی جماعتوں کی کامیابی (Success of Regional Parties)

1970ء کے انتخابات میں دونوں صوبوں میں کسی بھی بڑی جماعت کو نشستیں حاصل نہ ہو سکیں۔ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ مشرقی پاکستان میں اور بھٹو کی پیپلز پارٹی مغربی پاکستان میں کامیاب ہوئیں۔ سرحد اور بلوچستان میں ولی خاندان کی نیپ اور جمعیت العلمائے اسلام (ہزاروی گروپ) کامیاب رہا۔ کوئی پارٹی بھی قومی پارٹی کہلانے کی مستحق نہ تھی کہ جس کو اقتدار سونپا جاتا۔ عوامی لیگ کو نمایاں اکثریت حاصل ہوئی جس کو اقتدار دینے میں بھٹو نے لیت و لعل کیا اور اتحاد کی فضا مکدر ہو گئی۔

13- بھارت کی فوجی مداخلت (Bharat's Military Inteference)

بھارت کی مسلسل خواہش تھی کہ پاکستان کی سالمیت کو کسی نہ کسی بہانے سے کمزور کیا جائے۔ بھارت نے اپنی سرحدوں کی حفاظت کا بہانہ بنا کر ''مکتی باہنی'' کے نام پر تخریب کار مشرقی پاکستان میں داخل کر دیے اور 22 نومبر 1971ء کو مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا۔ فضائی تحفظ کی عدم موجودگی میں محصور پاکستانی فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اسے مجبوراً ہتھیار ڈالنا پڑے جس سے ملک دولخت ہو گیا۔

14- بڑی طاقتوں کی سازشیں (Conspiracies of Big Powers)

بھارت نے روس کے ساتھ بیس سالہ معاہدہ پر دستخط کیے۔ اس معاہدے نے جنوب مشرقی ایشیا میں روس و بھارت کے مفادات کو یکجا کر دیا۔ بھارت کو روس سے ضروری کارروائی کرنے کے لیے حسبِ ضرورت سامان اور تکنیکی امداد حاصل ہو گئی۔ اس کے علاوہ امریکہ بھی ان سازشوں میں شامل ہو گیا جس کا ثبوت یہ ملا کہ جب اسرائیل نے امریکی ساخت کا اسلحہ بھارت کو فراہم کیا تو امریکہ معترض نہ ہوا لیکن جونہی سعودی عرب اور اردن نے پاکستان کو اسلحہ دینے کی خواہش ظاہر کی تو امریکہ نے منع کر دیا۔ بہر حال مشرقی پاکستان کی علیحدگی بڑی طاقتوں کے گٹھ جوڑ کا نتیجہ بھی تھی۔

1973ء کے آئین کے خدوخال
(Salient Features of Constitution of 1973)

پس منظر (Background)

1970ء میں منتخب شدہ قومی اسمبلی کو ملک کے لیے نیا آئین مرتب کرنا تھا۔قومی اسمبلی نے اس مقصد کے لیے 17اپریل کو الگ آئین ساز کمیٹی تشکیل دی۔اس کمیٹی میں تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندے شامل تھے۔اس کمیٹی کا سربراہ ماہر قانون میاں محمود علی قصوری کو مقرر کیا گیا۔ان کے استعفے کے بعد عبدالحفیظ پیرزادہ کو سربراہی سونپی گئی۔کمیٹی ہٰذا نے آئین سازی کا کام 20دسمبر 1972ءتک مکمل کر لیا۔

اپوزیشن کے اعتراضات اور مخالفت کی بنا پر کئی مواقع پر مشکلات پیدا ہوئیں۔بالآخر تمام سیاسی جماعتوں کی متفقہ رائے سے قومی اسمبلی نے 10اپریل 1973ء کو آئینی مسودے کی منظوری دے دی۔12اپریل 1973ء کو صدر مملکت نے اسے منظور کر دیا۔ 14اگست 1973ء کو نئے آئین کا نفاذ عمل میں آیا۔اس آئین کے اہم خدوخال درج ذیل ہیں۔

1- افتتاحیہ (Preamble)

پہلے دونوں آئینوں کا آغاز بھی قراردادِ مقاصد سے ہوا تھا۔1973ء کے آئین میں بھی قراردادِ مقاصد کو افتتاحیہ کے طور پر شامل کیا گیا جس کے مطابق حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔عوام کے نمائندے اپنے اختیارات کا استعمال مقدس امانت کے طور پر قرآن وسنت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے کریں گے۔بعد میں ایک ترمیم کے ذریعے اسے آئین کا باقاعدہ حصہ قرار دے دیا گیا۔

2- تحریری آئین (Written Constitution)

سابقہ آئینوں کی طرح یہ آئین بھی تحریری نوعیت کا ہے۔یہ زیادہ ضخیم اور جامع ہے جو 280دفعات، 12حصوں اور 6 گوشواروں پر مشتمل ہے۔ان گوشواروں میں مختلف فوجی حکومت کے حکم ناموں کو بھی تحفظ بخشا گیا ہے۔

3- استوار آئین (Semi Rigid Constitution)

1973ء کا آئین نیم استوار نوعیت کا ہے۔اس میں ترمیم کا طریق کار نہ زیادہ پیچیدہ ہے اور نہ سہل۔1985ء کی آئینی ترمیم سے قبل آئین میں ترمیم کرنا قدرے آسان تھا۔قومی اسمبلی کی 2/3 اکثریت اور سینٹ کی عام اکثریت آئین میں ترمیم کرنے کی مجاز تھی۔لیکن اب دونوں ایوانوں کی 2/3 اکثریت کے بغیر منظوری ممکن نہیں۔اگر کسی مسودے کا تعلق کسی علاقائی معاملے یا ردوبدل سے ہو تو قومی اسمبلی سے پہلے متعلقہ صوبائی اسمبلی کے دو تہائی ارکان کی حمایت سے منظوری ضروری ہے۔

4- وفاقی آئین (Federal Constitution)

سابقہ آئینوں کی طرح 1973ء کے آئین میں بھی پاکستان کو وفاقی مملکت قرار دیا گیا ہے۔آئین کے تحت وفاقِ پاکستان چار صوبوں، وفاقی دارالحکومت اور اس سے ملحقہ علاقے وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقہ جات اور صوبوں سے ملحقہ قبائلی علاقوں پر مشتمل ہے۔وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان اختیارات دو فہرستوں میں منقسم ہیں۔ایک وفاقی فہرست اور دوسری مشترکہ امور کی فہرست۔باقی ماندہ اختیارات صوبوں کو تفویض کر دیے گئے ہیں۔وفاقی امور کے بارے میں پارلیمنٹ قانون سازی کرتی ہے جبکہ

مشترکہ امور کے بارے میں دونوں حکومتیں قانون بنانے کی مجاز ہیں۔تمام وفاقی اکائیوں کو مساوی حیثیت دی گئی ہے۔سینٹ میں بھی سب صوبوں کو مساوی نمائندگی حاصل ہے۔

5- پارلیمانی آئین *(Parliamentary Constitution)*

1973ء کے آئین کے تحت ملک میں پارلیمانی نظام رائج کیا گیا۔ملک کا سربراہ صدر اور حکومت کا سربراہ وزیراعظم ہوتا ہے۔صدر کو پارلیمنٹ اور چاروں صوبائی اسمبلیاں منتخب کرتی ہیں۔جبکہ وزیراعظم کا انتخاب قومی اسمبلی کی اکثریت سے عمل میں آتا ہے۔قومی اسمبلی کی میعاد پانچ سال مقرر کی گئی ہے۔آئین کی سترھویں ترمیم کے ذریعے صدر اور وزیراعظم کے اختیارات میں توازن پیدا کر دیا گیا ہے۔تاہم صدر کو فوقیت حاصل ہے۔وزیرِاعظم صدر مملکت کو قومی اسمبلی کے توڑنے کا مشورہ بھی دے سکتا ہے۔

6- آئین کی بالادستی *(Supermacy of Constitution)*

ہمارے ملک میں دوبار نافذ شدہ آئین منسوخ کیے جا چکے ہیں۔اس لیے موجودہ آئین کو مستقل نوعیت کا آئین بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔اگر کوئی شخص غیر آئینی طریقے سے موجودہ آئین توڑے گا یا توڑنے کی کوشش کرے گا تو اس پر سنگین غداری کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے گا۔اور پارلیمنٹ اس کے لیے سزا تجویز کرے گی۔

7- دوایوانی مقننہ *(Bicameral Legislature)*

موجودہ آئین کے مطابق مرکزی قانون ساز ادارے کا نام مجلس شوریٰ ہے۔جو دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔ایوانِ بالا سینٹ اور ایوانِ زیریں قومی اسمبلی کہلاتا ہے۔سینٹ میں صوبوں کو مساوی نمائندگی دی گئی ہے اور وہ مستقل ایوان ہے جس کی میعاد چھے سال ہے۔ارکان کی تعداد 104 ہے۔قومی اسمبلی عوام کی نمائندگی کرتی ہے جس کا انتخاب براہ راست طریقے سے عوام کرتے ہیں اور پانچ سال کے لیے چنی جاتی ہے۔قومی اسمبلی 342 ارکان پر مشتمل ہے جو آبادی کی بنیاد پر منتخب کیے جاتے ہیں۔مجلسِ شوریٰ کے کل ممبران کی تعداد 446 ہے۔

8- اسلامی آئین *(Islamic Constitution)*

پاکستان کے آئین کو اس لحاظ سے اسلامی آئین کہا جاتا ہے کہ اس میں مملکت کا سرکاری مذہب اسلام قرار دیا گیا ہے۔قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار کیا گیا ہے۔پاکستان کا مکمل نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے۔اس آئین کا مقصد شہریوں میں اسلامی طرزِ زندگی کو ترویج اور ترقی دینا ہے۔ریاست زکوٰۃ اور اوقاف کو منظم کرنے کے لیے کوشش کرے گی،سود کے خاتمہ کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔صدر اور وزیراعظم کے لیے مسلمان ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ان پر لازم ہے کہ وہ ختمِ نبوت پر ایمان رکھتے ہوں۔

9- آزاد خود مختار عدلیہ *(Independent Judiciary)*

1973ء کے آئین میں آزاد عدلیہ کی ضمانت فراہم کی گئی ہے۔ججوں کا تقرر صدرِ پاکستان کے ہاتھ میں ہے جبکہ ان کی برطرفی سپریم جوڈیشل کونسل کی سفارشات پر صدر ہی کرتا ہے۔ججوں کو معقول معاوضہ اور ملازمت کا تحفظ حاصل ہے۔عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا گیا ہے۔جج اپنے فرائض منصبی بغیر کسی خوف یا دباؤ سے آزاد ہو کر سرانجام دیتے ہیں۔

10- استحصال کا خاتمہ *(End of Expliotation)*

ارتکازِ دولت اور دیگر معاشی برائیوں کے خاتمے کی خاطر آئین میں ایک متوازن اقتصادی نظام کے قیام کا عزم کیا گیا ہے۔ بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی حکومت کا اولین فریضہ ہے۔ اس مقصد کی خاطر پرائیویٹ سیکٹر اور پبلک سیکٹر دونوں کو تحفظ دیا گیا ہے۔ مجلس شوریٰ قانون سازی کے ذریعے نجی ملکیت کی حدود کا تعین کرنے کی مجاز ہے۔ ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی املاک کو بحق سرکار ضبط کیا جاسکتا ہے۔ ہر کسی کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ ہر فرد کو اس کے کام کے مطابق اجرت دی جائے گی۔ ریاست ہر طرح کے استحصال کا خاتمہ کرے گی۔

11- قومی زبان *(National Language)*

اردو پاکستان کی قومی زبان ہوگی۔ تاہم صوبائی حکومتوں کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی علاقائی زبانوں کی ترقی اور تعلیم کا بندوبست کرسکتی ہیں۔ پندرہ سال کے عرصے میں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت سے رائج کرنے کے انتظامات کیے جانے تھے جس دوران انگریزی زبان بطور سرکاری زبان استعمال ہونی تھی مگر آج تک ایسا نہ ہوسکا۔

12- بنیادی حقوق *(Fundamental Rights)*

آئین میں شہریوں کو تمام بنیادی حقوق حاصل ہیں۔ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو بنیادی حقوق کے منافی کوئی قانون بنانے کی اجازت نہ ہوگی۔ عدالت عالیہ ایسے قانون کو کالعدم قرار دینے کی مجاز ہوگی۔ حکومت کو اس بات کا پابند کردیا گیا ہے کہ وہ تمام لوگوں کو مذہبی، نسلی، لسانی اور نسبی امتیازات کے بغیر یکساں مواقع فراہم کرے تاکہ لوگ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکیں۔

13- آئینی ادارے *(Constitutional Institutions)*

مرکزی اور صوبائی مفادات اور معاملات کی ترقی کے لیے آئین نے کئی ایک ادارے بھی تشکیل دیے ہیں مثلاً مشترکہ مفادات کی کونسل، قومی اقتصادی کونسل، قومی مالیاتی کمیشن، الیکشن کمیشن اور وفاقی محتسب وغیرہ۔ یہ ادارے آئین کی حدود کے اندر اپنے فرائض منصبی سرانجام دینے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور ملکی مفادات کو مقدم رکھتے ہیں۔

1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات
(Islamic Provisions of 1973 Constitution)

1973ء کے آئین کی اسلامی بنیاد قراردادِ مقاصد ہے۔ اس آئین میں ان تمام اسلامی دفعات کو شامل کیا گیا ہے جو پہلے آئینوں میں موجود تھیں اور ان کے علاوہ مزید اسلامی دفعات کا اضافہ بھی کیا گیا۔ اس لیے یہ آئین زیادہ اسلامی ہے۔

اسلامی دفعات حسب ذیل ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت *(Sovereignty of Allah)*

1973ء کے آئین میں قراردادِ مقاصد کو ابتدائیہ میں شامل کیا گیا ہے جس کے مطابق کل کائنات کا حاکمِ مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اقتدارِ اعلیٰ اسی کی ذات کو حاصل ہے۔ پاکستان کے عوام اقتدارِ اعلیٰ کو مقدس امانت سمجھتے ہوئے قرآن وسنت کی حدود میں رہتے ہوئے اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کریں گے۔

2- سرکاری مذہب (State Religion)

آئین میں درج ہے کہ ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ اس بات کو پہلی بار آئین میں تحفظ دیا گیا ہے۔

3- ملک کا نام (Name of Country)

سابقہ آئینوں کی طرح اس آئین میں بھی ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا ہے۔

4- صدر اور وزیر اعظم (President and Prime Minister)

آئین کے تحت اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ صدر اور وزیر اعظم دونوں مسلمان ہوں گے۔ ان پر یہ بھی پابندی عائد ہے کہ ان کا اس نظریہ پر پختہ ایمان ہو جس کی بنیاد پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ دونوں اپنے عہدوں کا حلف اٹھاتے ہوئے اس بات کا اقرار کریں گے کہ وہ توحید اور ختمِ نبوّت پر مکمل ایمان رکھتے ہیں اور وہ اسلامی نظریے کے تحفظ کی کوشش کریں گے۔

5- مسلمان کی تعریف (Definition of Muslim)

1973ء کے آئین میں پہلی مرتبہ مسلمان کی تعریف شامل کی گئی ہے جس کی رو سے توحید، رسالت، قیامت اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کے علاوہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرنا لازمی ہے۔

6- اسلامی قانون سازی (Islamic Legislation)

موجودہ قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنایا جائے گا اور کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہو۔

7- اسلامی اُصول (Islamic Principles)

آئین میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق پاکستان کے عوام جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف پر مبنی اسلامی نظام قائم کریں گے۔

8- اسلامی طرز زندگی (Islamic Way of Life)

ایسے حالات مہیا کیے جائیں گے کہ مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں اسلام کے مطابق ڈھال سکیں۔

9- اسلامی تعلیمات (Islamic Teachings)

آئین میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینے کے لیے کوششیں کی جائیں گی۔

10- سماجی برائیوں کا خاتمہ (Eradication of Social Evils)

عصمت فروشی، جوا، غیر اخلاقی لٹریچر کی اشاعت اور فروخت پر پابندی عائد کی جائے گی۔ اس کے علاوہ طبی مقاصد اور غیر مسلموں کے مذہبی مواقع کے علاوہ شراب نوشی پر بھی پابندی ہوگی۔ نیز ملکی معیشت کو سود سے پاک کرنے کا بندوبست کیا جائے گا۔

11- اسلامی ادارے (Islamic Institutions)

حکومت زکوٰۃ اور عشر کا نظام قائم کرے گی۔ اور اوقاف و مساجد کو صحیح خطوط پر منظم کیا جائے گا۔ اس کی وضاحت آئین کی رہنما پالیسی کے اصولوں میں شامل کی گئی ہے۔

12- عربی کی تعلیم (Arabic Education)

عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔اس کی ترویج کے لیے زیادہ سے زیادہ سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

13- قرآن پاک کی صحیح طباعت (Correct Publication of Quran)

قرآن پاک کی اغلاط سے پاک طباعت اور اس کی صحیح اور من وعن اشاعت کا اہتمام کیا جائے گا۔

14- اسلامی نظریے کا تحفظ (Protection of Islamic Ideology)

آئین میں صدر، وزیر اعظم اور دیگر اعلیٰ عہدیداروں (ممبران پارلیمنٹ، صوبائی اسمبلیوں کے ممبران، گورنرز، وزرائے اعلیٰ اور وفاقی وصوبائی وزراوغیرہ) کو اپنے عہدوں کا حلف اٹھاتے وقت یہ عہد کرنا پڑتا ہے کہ وہ اسلامی نظریے کے تحفظ کے لیے جو قیامِ پاکستان کی بنیاد ہے، مکمل جدوجہد کریں گے۔

15- اتحادِ عالمِ اسلامی (Unity of Muslim World)

پاکستان اسلامی اخوت کی بنا پر مسلم دنیا سے اچھے تعلقات استوار کرے گا کیونکہ پاکستان خود اسلامی نظریے کی بنا پر معرض وجود میں آیا۔ بین الاقوامی تنازعات کو پُر امن ذرائع سے حل کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ بین الاقوامی امن وسلامتی کے قیام کے لیے جدوجہد کی جائے گی۔

16- اسلامی نظریاتی کونسل (Council of Islamic Ideology)

اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام عمل میں لایا جائے گا جس کے اراکین کی تعداد آٹھ سے بیس تک متعین کی گئی ہے جو اسلامی فقہ، معیشت اور سیاست کے ماہرین ہوں گے۔ یہ قوانین کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنانے میں صدر اور قانون ساز اداروں کی راہنمائی کرے گی اور موجودہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا کام بھی کونسل کے سپرد ہے۔

مجلسِ شوریٰ (Parliament)

1973ء کے آئین کے مطابق مقننہ (مجلسِ قانون ساز) کا نام پارلیمنٹ تھا لیکن 1985ء کی ترمیم کے مطابق اس کا نام مجلس شوریٰ رکھا گیا۔ یہ دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔ ایوانِ بالا سینٹ اور ایوانِ زیریں قومی اسمبلی کہلاتا ہے۔ سینٹ صوبوں کی نمائندگی جبکہ قومی اسمبلی عوام کی نمائندگی کرتی ہے۔

سینٹ (Senate)

سینٹ مجلس شوریٰ کا ایوانِ بالا ہے جو چاروں صوبوں کی برابری کی بنیاد پر نمائندگی کرتا ہے۔

1- تشکیل (Composition)

سینٹ کل 87 ارکان پر مشتمل ادارہ تھا۔ آئینی پیکج ''لیگل فریم ورک آرڈر'' (LFO) مجریہ 2002ء کے تحت سینٹ کی

تعداد میں اضافہ کیا گیا ہے اور اس کی تعداد 87 سے بڑھا کر 100 کردی گئی ہے۔ موجودہ تعداد 104 ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

جنرل نشستیں

ہر صوبہ سے	=	14
کل	=	56 =14×4
وفاق کے زیر انتظام علاقوں FATA سے	=	08
وفاقی دار الحکومت کے لیے مخصوص	=	02

خواتین کے لیے مخصوص نشستیں

ہر صوبہ سے	=	4
کل	=	16 = 4×4
وفاقی دار الحکومت کے لیے مخصوص	=	01

ٹیکنو کریٹس کے لیے مخصوص نشستیں

ہر صوبہ سے	=	4
کل	=	16 = 4×4
وفاقی دار الحکومت کے لیے مخصوص	=	01
اقلیتوں کے لیے مخصوص	=	04
کل نشستیں	=	104 = 4+1+16+1+16+2+8+56

-2 اہلیت (Qualification)

سینٹ کے امیدوار کے لیے لازمی ہے کہ:

-i وہ کم از کم تیس سال کا ہو۔

-ii اس کا نام کسی انتخابی حلقے میں درج ہو۔

-iii وہ پارلیمنٹ کی طرف سے متعین کردہ شرائط پوری کرتا ہو۔

-iv وہ پاکستان کا شہری ہو۔ پاگل اور دیوانہ نہ ہو۔

-v وہ کسی سرکاری یا نیم سرکاری عہدے پر فائز نہ ہو۔ متقی اور پرہیزگار ہو۔

-vi نظریۂ پاکستان کا مخالف نہ ہو۔

3- انتخاب (Election)

صوبائی اسمبلیاں واحد قابلِ انتقال ووٹ یعنی ہیئر نظام (Hare System) کے ذریعے اپنے نمائندوں کو منتخب کریں گی۔ باقی دیگر نشستوں کا انتخاب قومی اسمبلی کے ممبران کرنے کے مجاز ہوں گے۔

4- میعاد (Term)

سینٹ ایک مستقل ایوان ہے۔ اس کو تحلیل نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے ارکان چھے سال کے لیے منتخب کیے جاتے ہیں۔ ہر تین سال بعد آدھے ارکان ریٹائر ہوجاتے ہیں۔ ان کی جگہ نئے رکن چُن لیے جاتے ہیں۔

5- اجلاس (Session)

سینٹ کے سال میں تین اجلاس منعقد ہونا ضروری ہیں۔ اس کے کام کرنے کی مدت 130 دن مقرر ہے۔ دو اجلاسوں کے درمیان 120 دن سے زیادہ وقفہ نہیں ہونا چاہیے۔ ایوان کا اجلاس صدر طلب کرنے کا مجاز ہے۔ وہ دونوں ایوانوں کے اجلاس بھی طلب کرسکتا ہے۔ سینٹ کا چیئرمین ایوان کے ایک چوتھائی ارکان کی درخواست پر بھی 14 دن کے لیے اجلاس طلب کرسکتا ہے۔

6- کورم (Quorum)

سینٹ کے ارکان کی کم سے کم تعداد جس کے بغیر اجلاس منعقد نہیں ہوسکتا کورم کہلاتا ہے۔ سینٹ کا کورم ایک چوتھائی (1/4) ارکان پر مشتمل ہے۔

7- ہیڈ کوارٹر (Headquarter)

سینٹ کا اجلاس پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد میں منعقد کیا جاتا ہے۔ یہی اس کا ہیڈ کوارٹر شمار کیا جاتا ہے۔

8- مراعات (Privileges)

پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اراکین کو یکساں مراعات میسر ہیں۔ اجلاس کے دوران کسی رکن کو عام صورتوں میں گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ اسے ایوان کے اندر اپنی رائے کے اظہار کا پورا حق حاصل ہے۔ اس کی رائے کے خلاف کوئی عدالتی کارروائی ممکن نہیں ہے۔ تمام ارکان کو معقول تنخواہ، الاؤنس، رہائش اور دیگر مراعات حاصل ہیں۔

9- چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کا انتخاب (Election of Chairman & Deputy Chairman)

سینٹ کی کارروائی جاری رکھنے کے لیے اس کے ارکان اپنے میں سے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کا انتخاب کرتے ہیں۔ چیئرمین سینٹ کے اجلاس کی صدارت کرتا ہے جبکہ ڈپٹی چیئرمین اس کی غیر حاضری میں اجلاس کی صدارت کرنے کا مجاز ہے۔ یہ تین سال کے لیے منتخب کیے جاتے ہیں۔ سینٹ کا چیئرمین صدر کی عدم موجودگی میں قائم مقام صدر کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ باقی یہ وہی فرائض سرانجام دینے کا مجاز ہے جو سپیکر قومی اسمبلی ادا کرتا ہے۔

قومی اسمبلی (National Assembly)

قومی اسمبلی پارلیمنٹ کا ایوانِ زیریں کہلاتا ہے جو عوام کا منتخب کردہ ایوان ہے اور عوام کی نمائندگی کرتا ہے۔

-1 تشکیل (Composition)

قومی اسمبلی کے ارکان کی تعداد 342 ہے۔ نشستوں کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے۔

نام صوبہ	جنرل نشستیں	خواتین	کل
پنجاب	148	35	183
سندھ	61	14	75
خیبر پختونخوا	35	8	43
بلوچستان	14	3	17
فاٹا (FATA)	12		12
وفاقی دارالحکومت	2		2
اقلیتوں کے لیے مخصوص			10
کل	272	70	342

-2 اہلیت (Qualification)

قومی اسمبلی کا امیدوار بننے کے لیے لازم ہے کہ:

-i وہ پاکستان کا شہری ہو۔

-ii سرکاری اور نیم سرکاری یا کسی اور منافع بخش عہدے پر فائز نہ ہو۔

-iii اس کا نام ووٹر لسٹ میں درج ہو۔

-iv وہ پاگل اور دیوالیہ نہ ہو۔ وہ متقی اور پرہیزگار اور اعلیٰ سیرت کا مالک ہو اور نظریۂ پاکستان کا مخالف نہ ہو۔

-v اس کی عمر کم از کم 25 سال ہو۔

-3 رائے دہندگان کی شرائط (Conditions for voters)

-i رائے دہندہ پاکستان کا شہری ہو۔

-ii اس کی عمر 18 سال ہو۔

-iii اس کا نام انتخابی فہرست میں درج ہو۔

-iv اسے کسی مجاز عدالت نے دماغی طور پر مفلوج قرار نہ دیا ہو۔

-4 انتخاب (Election)

قومی اسمبلی کے ارکان کو متعلقہ انتخابی حلقے کے رائے دہندگان (Voters) براہ راست طریقے سے منتخب کرتے ہیں۔

5- نشست سے دستبرداری (Withdrawl from Seat)

اگر کوئی رکن ایک سے زائد نشستوں پر منتخب ہو جائے تو وہ صرف ایک نشست رکھ سکتا ہے۔ باقی نشستوں سے اسے دستبردار ہونا پڑے گا۔ اگر کوئی رکن ایوان کی اجازت کے بغیر ایوان کے اجلاس سے مسلسل چالیس روز تک غیر حاضر رہے تو ایوان اس کی نشست خالی قرار دے سکتا ہے۔ کوئی رکن سپیکر کو اپنا استعفیٰ پیش کر کے بھی اپنی رکنیت چھوڑ سکتا ہے۔

6- اجلاس (Session)

قومی اسمبلی کے سال میں کم از کم تین اجلاس ہونا ضروری ہیں۔ اس کے کام کرنے کی میعاد 130 دن ہے۔ دو اجلاسوں کے درمیان 120 دن سے زیادہ وقفہ ممکن نہیں۔ قومی اسمبلی کے ارکان کی 1/4 تعداد کی درخواست پر سپیکر اجلاس طلب کر سکتا ہے۔ یہ اجلاس صرف سپیکر ہی ملتوی کرے گا۔ صدر کو پارلیمنٹ کے ایک ایوان یا دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس بلانے کا اختیار ہے۔

7- میعاد (Term)

قومی اسمبلی پانچ سال کی مدت کے لیے منتخب کی جاتی ہے۔ پانچ سال گزرنے پر اسمبلی خود بخود ختم تصور ہوگی۔ لیکن اس کو اس کی مقررہ مدت سے پہلے بھی صدر خود یا وزیر اعظم کے مشورے پر تحلیل کر سکتا ہے۔

8- کورم (Quorum)

اگر کسی موقع پر سپیکر کی توجہ اس طرف مبذول کروائی جائے کہ ایوان میں حاضر ارکان کی تعداد کل ارکان کی ایک چوتھائی تعداد سے کم ہے تو سپیکر اس وقت تک اجلاس ملتوی کر دے گا جب تک کہ کورم پورا نہ ہو جائے۔ یعنی ایک چوتھائی ارکان کا ایوان میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

9- ہیڈکوارٹر (Headquarter)

قومی اسمبلی کے اجلاس کی کارروائی کے لیے ایک مستقل ہیڈکوارٹر اسلام آباد میں واقع ہے جسے پارلیمنٹ ہاؤس کہا جاتا ہے۔

10- مراعات (Privileges)

دونوں ایوانوں کے ممبران کی مراعات یکساں و مساوی ہیں جن کو سینٹ کے ضمن میں پیش کر دیا گیا ہے۔

11- سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا انتخاب (Election of Speaker and Deputy Speaker)

قومی اسمبلی کی کارروائی جاری رکھنے کے لیے سب سے پہلے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کو منتخب کیا جانا ضروری ہے۔ یہ دونوں قومی اسمبلی کے ارکان ہوتے ہیں۔ جن کو ممبران خود منتخب کرتے ہیں۔ سپیکر اجلاس کی صدارت کرتا ہے۔ اس کی عدم موجودگی میں یہ فرائض ڈپٹی سپیکر ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔

سپیکر کے فرائض (Functions)

i- سپیکر قومی اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کرتا ہے۔ ایوان میں نظم و ضبط برقرار رکھنے کا ذمہ دار ہے اور پوائنٹ آف آرڈر پر فیصلہ دیتا ہے۔

ii- ایوان میں تمام تحریکات اور سوالات سپیکر کے توسط سے پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ سوالات وزرا سے پوچھے جاتے ہیں۔

iii- قانون سازی کے لیے تمام بل سپیکر کی اجازت سے پیش ہوتے ہیں۔ کسی بل کو مالی بل قرار دینا سپیکر کے فرائض میں شامل ہے۔

iv- سپیکر اسمبلی کا اجلاس بلانے کا مجاز ہے۔ اور وہ اجلاس ملتوی بھی کر سکتا ہے۔ کورم پورا نہ ہونے کی صورت میں اجلاس ختم کرنے کا اعلان کرتا ہے۔

v- سپیکر اسمبلی کے قواعد وضوابط کی تشریح و وضاحت کرتا ہے اور قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرنے والے ارکان کے خلاف انضباطی کارروائی کرتا ہے۔

vi- سپیکر کا اپنا ووٹ نہیں ہوتا۔ جب کسی مسودے پر ووٹ برابر ہو جائیں تو وہ فیصلہ کن ووٹ (Casting Vote) استعمال کرتا ہے۔

پارلیمنٹ کے اختیارات (Powers of Parliament)

پاکستان کی پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) قانون ساز ادارہ ہے جس کو قانون سازی کے علاوہ اور بھی مختلف اختیارات تفویض کیے گئے ہیں جن کا جائزہ حسب ذیل ہے۔

1- قانون سازی کے اختیارات (Legislative Powers)

قانون سازی کے میدان میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں (سینٹ+قومی اسمبلی) یکساں اختیارات کے حامل ہیں اور ایک جیسے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ پارلیمنٹ ملک کا قانون ساز ادارہ ہے۔ یہ مرکزی اور مشترکہ امور کی فہرست میں شامل امور کے بارے میں قانون سازی کرتا ہے۔

قانون سازی کے لیے کوئی بل کسی بھی ایوان میں پہلے پیش ہو سکتا ہے۔ اس پر بحث وتمحیص ہوتی ہے۔ رائے شماری کرائی جاتی ہے۔ پھر دوسرے ایوان میں اسی کارروائی سے گزرتا ہے۔ جب دونوں ایوان کسی بل کو منظوری دے دیں تو صدر کی منظوری سے وہ بل قانونی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اگر بل کے متعلق کسی ایوان میں اختلاف پیدا ہو جائے تو صدر دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس طلب کر سکتا ہے۔ صدر چاہے تو استصواب رائے بھی کروا سکتا ہے۔ صدر کو 30 دن کے اندر بل کی منظوری دینا ہوتی ہے۔ لیکن مالیاتی بل پہلے قومی اسمبلی میں پیش ہونا ضروری ہیں۔ پارلیمنٹ ان علاقوں کے لیے قانون سازی کرتی ہے جو پاکستان کی حدود میں شامل ہیں۔ بعض اوقات صوبوں کی درخواست پر صوبوں کے لیے قانون سازی بھی کرتی ہے۔

2- انتظامی اختیارات (Executive Powers)

وفاقی انتظامیہ وزیر اعظم اور وفاقی وزراء پر مشتمل ہوتی ہے۔ وزیر اعظم قومی اسمبلی کا رکن ہوتا ہے اور کابینہ کی اکثریت کا تعلق بھی قومی اسمبلی سے ہوتا ہے جبکہ ایک چوتھائی وزرا سینٹ سے لینا ضروری ہیں۔ انتظامیہ کا تعلق چونکہ دونوں ایوانوں سے ہوتا ہے اس لیے ایوانوں کے اجلاس میں کابینہ کے ارکان شرکت کرتے ہیں۔ مقننہ انتظامیہ کی نگرانی کرتی ہے۔ اس لیے مختلف طریقوں سے اس کا احتساب کرتی ہے مثلاً سوالات، تنقید، تحریکِ ملامت، تحریکِ التوا، قراردادیں، تحریک عدم اعتماد وغیرہ، ان طریقوں سے اہم مسائل کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ لہٰذا انتظامیہ مقننہ کی نگرانی میں رہتی ہے۔

3- عدالتی اختیارات (Judicial Powers)

آئین کے مطابق پارلیمنٹ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کے ججوں کی تعداد کا تعین کرتی ہے۔ ان کے لیے قواعد وضوابط تشکیل دیتی ہے۔ ان کی تنخواہ اور مالی مراعات کا تعین بھی پارلیمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔

پارلیمنٹ صدرمملکت کومواخذہ کے ذریعے اس کی مقررہ مدت سے پہلے اپنے عہدے سے برطرف کرسکتی ہے۔صدر کے خلاف مواخذہ (Impeachment) کی تحریک پیش ہونے پر پارلیمنٹ ایک عدالت کے طور پر تحقیقات کرتی ہے۔قصور ثابت ہونے پر قانون کے مطابق سزا تجویز کرتی ہے۔پارلیمنٹ ذہنی یا جسمانی معذوری اور سنگین بدعنوانی کے الزام میں صدر کے خلاف مواخذہ دائر کر سکتی ہے۔مواخذہ کامیاب ہونے پر صدر کو اپنے عہدے سے برطرف کردیا جاتا ہے۔

-4 انتخابی اختیارات (Electoral Powers)

پارلیمنٹ کے دونوں ایوان صوبائی اسمبلیوں کے ساتھ مل کر صدر مملکت کا انتخاب عمل میں لاتے ہیں۔سینٹ، چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کو منتخب کرتی ہے جبکہ وزیراعظم، سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا انتخاب قومی اسمبلی کے ہاتھ میں ہے۔

-5 مالیاتی اختیارات (Financial Powers)

قومی اسمبلی کو مالیاتی اختیارات میں برتری حاصل ہے۔تمام مالیاتی مسودات پر بحث کا آغاز قومی اسمبلی میں ہوتا ہے۔نئے ٹیکس لگانے کی مجاز ہے۔پرانے ٹیکسوں کو ختم کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔سالانہ بجٹ وفاقی حکومت کی نگرانی میں تیار ہوتا ہے۔جب اسے قومی اسمبلی میں پیش کیا جاتا ہے تو اراکین کھل کر بحث کرتے ہیں۔وہ اس پر تنقید اور ترامیم پیش کرتے ہیں۔تب کہیں ان مسودات کو حتمی منظوری حاصل ہوتی ہے۔قومی اسمبلی کی منظوری کے بعد مالیاتی مسودات سینٹ کی منظوری کے بغیر صدر کو آخری منظوری کے لیے بھیج دیے جاتے ہیں۔گویا قومی اسمبلی کا مالیات پر مکمل کنٹرول ہے۔قومی اسمبلی مطالباتِ زر میں کمی کرنے کی مجاز ہوتی ہے۔

-6 آئین میں ترمیم (Amendment in the Constitution)

آئین مین ترمیم کے مسودے کا آغاز پہلے قومی اسمبلی میں ہوتا ہے۔اگر قومی اسمبلی کے دوتہائی ارکان مسودے کی منظوری دے دیں تو مسودہ سینٹ کے زیرِ غور آئے گا۔اگر دونوں ایوان اس کو دوتہائی اکثریت سے منظور کرلیں تو صدر کی منظوری کے لیے پیش کیا جائے گا۔آئین میں ترمیم کے لیے دونوں ایوانوں کی منظوری لازمی ہے اور صدر کی منظوری سے ترمیم نافذ العمل ہوگی۔اگر کسی ترمیم سے صوبائی حدود متاثر ہوں تو متعلقہ صوبوں کی رضامندی ضروری ہے۔

-7 شکایات کا ازالہ (Ventilation of Grievances)

دونوں ایوانوں کے اراکین براہ راست اور بالواسطہ طور پر عوام کے نمائندے ہیں اس لیے دونوں ایوان عوام کے مسائل حل کرتے ہیں۔وہ اپنے سوالات اور تحریکات کے ذریعے حکومت کو متوجہ کرتے ہیں۔وزرا بھی چونکہ عوام کے نمائندے ہیں اس لیے وہ عوامی شکایات اور مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔پارلیمنٹ کے اراکین کو حکومت کی طرف سے ترقیاتی فنڈز بھی مہیا کیے جاتے ہیں جو وہ اپنے حلقوں کی ترقی پر خرچ کرتے ہیں۔

-8 ہنگامی اختیارات (Powers in Emergency)

اگر ملک سیاسی عدم استحکام سے دوچار ہوجائے، ملکی سلامتی خطرے میں پڑ جائے یا بیرونی حملے اور غیرملکی مداخلت کا خطرہ ہو، امن وامان کی صورت بگڑ جائے، ملک میں معاشی ابتری پیدا ہوجائے تو حکومت ہنگامی حالات کا اعلان کرسکتی ہے۔اس اعلان کے لیے پارلیمنٹ کی منظوری ضروری ہے۔پارلیمنٹ چھ ماہ کے لیے ہنگامی حالت کی منظوری دیتی ہے۔

صدرِ مملکت (President)

اٹھارھویں ترمیم کے بعد 1973ء کے آئین کو دوبارہ پارلیمانی تقاضوں کے مطابق بحال کر دیا گیا۔ صدر کے تمام اختیارات واپس لے لیے گئے ہیں۔ اسے وزیرِ اعظم کے مشورے کا پابند بنایا گیا ہے۔ اب وہ برائے نام اختیارات کا مالک ہے۔

1- اہلیت (Qualification)

صدر کے لیے حسب ذیل شرائط پر پورا اترنا ضروری ہے:

i- وہ مسلمان ہو۔

ii- اس کی عمر 45 سال سے کم نہ ہو۔

iii- وہ قومی اسمبلی کا رکن ہونے کا اہل ہو۔

iv- وہ حکومت کے کسی منافع بخش عہدے پر فائز نہ ہو۔

v- وہ ذہنی اور جسمانی طور پر مفلوج نہ ہو۔

2- انتخاب (Election)

پاکستان میں صدر کا انتخاب ایک انتخابی ادارہ کرتا ہے۔ انتخابی ادارے کے ارکان میں پارلیمنٹ (سینٹ+قومی اسمبلی) کے تمام ارکان اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان شامل ہیں۔ 1985ء کی آٹھویں ترمیم سے قبل صدر کا چناؤ صرف پارلیمنٹ کے دونوں ایوان کرتے تھے لیکن اب یہ چناؤ مذکورہ انتخابی ادارہ کرتا ہے۔

صدارتی انتخابات چیف الیکشن کمشنر کی زیرِ نگرانی عمل میں لایا جاتا ہے۔ وہی تاریخ، وقت اور مقام کا تعین کرتا ہے اور پریذائیڈنگ آفیسر کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ پھر مقررہ وقت پر صدر کا انتخاب ہوتا ہے۔ امیدوار اپنے کاغذات نامزدگی جمع کرواتے ہیں۔ ان کی چھان بین کے بعد امیدواروں کا اعلان کیا جاتا ہے۔ چیف الیکشن کمشنر سپیکر کو اسمبلیوں کا اجلاس طلب کرنے کے لیے کہتا ہے۔ رائے دہی کے لیے خفیہ طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ پھر گنتی کا مرحلہ آتا ہے۔ قومی اسمبلی اور سینٹ میں تو گنتی آسان طریقے سے ہوتی ہے۔ لیکن صوبائی اسمبلیوں میں طریقہ ذرا مختلف ہے۔ کیونکہ چاروں صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کی تعداد برابر نہیں اس لیے ووٹوں کی تعداد جو کوئی امیدوار ایک صوبائی اسمبلی سے حاصل کرتا ہے، اس کو سب سے چھوٹے صوبے بلوچستان کی کل نشستوں سے ضرب دی جاتی ہے جو جواب حاصل ہوگا، اسے متعلقہ صوبے کی کل نشستوں سے ضرب دی جاتی ہے، مثلاً اگر کوئی پنجاب اسمبلی سے کل ووٹوں (371) میں سے 231 حاصل کرتا ہے تو 231 کو سب سے چھوٹی اسمبلی یعنی بلوچستان کی اسمبلی کے کل 65 ووٹوں کی تعداد سے ضرب دیں گے تو جواب 15015 آتا ہے۔ اب اس کو پنجاب کے کل ووٹوں پر تقسیم کردیں تو جواب 40 آئے گا۔ اس طرح پنجاب اسمبلی کے امیدوار کے ووٹوں کی تعداد 40 مانی جائے گی۔

$$\frac{\text{پنجاب اسمبلی کے حاصل کردہ ووٹ} \times \text{بلوچستان اسمبلی کے کل ارکان کی تعداد}}{\text{پنجاب اسمبلی کے کل ارکان کی تعداد}}$$

$$\frac{65 \times 231}{371}$$

مندرجہ بالا طریقہ سے چاروں صوبائی اسمبلیوں کے ووٹوں کی تعداد اور پارلیمنٹ کے ووٹوں کی تعداد کو جمع کر کے جس امیدوار نے زیادہ ووٹ حاصل کیے ہوں گے۔ وہ صدر کے عہدے کا حق دار ہوگا۔

-3 مواخذہ (Impeachment)

اگر صدر آئین کی خلاف ورزی کرے، اپنے عہدے کا ناجائز فائدہ اٹھائے، سنگین جرم کا ارتکاب کرے اور جسمانی یا دماغی لحاظ سے مفلوج ہوجائے تو اسے اپنی مقررہ مدت سے قبل پارلیمنٹ کے دونوں ایوان اپنے عہدے سے برطرف کرنے کے مجاز ہیں۔ ایسی صورت میں مواخذہ کی تحریک کسی ایوان کی 1/2 حصہ اکثریت سے پیش کی جاتی ہے۔ دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس طلب کیا جاتا ہے۔ صدر کو الزامات کا نوٹس جاری ہوتا ہے۔ نوٹس جاری ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ چودہ دن اور کم سے کم سات دن کے اندر اندر رائے شماری ہوتی ہے۔ اگر دونوں ایوانوں کی 2/3 اکثریت صدر کے خلاف ووٹ دے دے تو صدر کو اپنے عہدے سے الگ ہونا پڑے گا۔

-4 میعاد (Term)

آئین کے آرٹیکل 44 کے مطابق صدر کے عہدے کی میعاد پانچ سال مقرر ہے لیکن وہ مسلسل دو میعادوں سے زیادہ اپنے عہدے پر فائز نہیں رہ سکتا۔

-5 مراعات (Privileges)

-i دورانِ صدارت صدر کے خلاف کوئی فوجداری یا دیوانی مقدمہ دائر نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی گرفتار کرنا ممکن ہے۔

-ii صدر کو سرکاری خزانے سے خطیر تنخواہ اور متعدد الاؤنس دیے جاتے ہیں جن کا تعین پارلیمنٹ کرتی ہے۔

-iii دورانِ صدارت صدر کو آمد و رفت کی سہولیات، ایک عظیم سیکرٹریٹ، عالی شان ایوانِ صدر اور زبردست ظاہری شان و شوکت میسر ہوتی ہے۔

-6 قائم مقام صدر (Acting President)

کسی بھی حالت میں صدر کی عدم موجودگی میں سینٹ کا چیئرمین صدارتی ذمہ داریاں سرانجام دیتا ہے۔ اگر وہ بھی دستیاب نہ ہو تو پھر قومی اسمبلی کا سپیکر صدر بنتا ہے۔

اختیارات (Powers)

صدر ملکی اتحاد کا مظہر ہے اور پوری قوم اسے اپنا نمائندہ تصور کرتی ہے۔ اٹھارھویں ترمیم کے بعد صدر اپنے اختیارات وزیر اعظم کے مشورے کے مطابق استعمال کرے گا جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

-1 انتظامی اختیارات (Executive Powers)

صدر اب صرف انتظامیہ کا سربراہ ہے۔ ذیل میں اس کے انتظامی اختیارات کا احاطہ کیا جاتا ہے۔

i- قانون کا نفاذ (Execution of Law)

صدر پاکستان، وزیر اعظم اور وفاقی وزرا کی مدد سے پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قوانین کو نافذ کرتا ہے۔

ii- کابینہ پر کنٹرول (Control over Cabinet)

صدر وزیر اعظم کے مشورے سے وفاقی وزرا کی تقرری عمل میں لاتا ہے۔ ہر وزیر کو ایک ایک محکمہ تفویض کیا جاتا ہے۔ وہ اپنی کارکردگی کا وزیر اعظم اور صدر کے سامنے جوابدہ ہے۔ صدر وزرا کی برطرفی کا بھی حق رکھتا ہے۔ 2010ء میں 1973ء کے آئین میں کی گئی اٹھارہویں ترمیم کے تحت پاکستان کے پارلیمانی نظام میں صدر کی گرفت وزرا پر مضبوط نہیں رہی۔

iii- تقرریاں (Appointments)

1973ء کے آئین میں کی گئی اٹھارہویں ترمیم کے تحت صدر پاکستان، وزیر اعظم کے مشورے سے وفاقی وزرا، صوبائی گورنر، عدلیہ کے چیف جسٹس اور جج، مسلح افواج کے چیف، دوسرے ممالک میں سفیر، چیف الیکشن کمشنر، اٹارنی جنرل، آڈیٹر جنرل، مختلف کونسلوں کے چیئرمین اور وفاقی محتسب کی تقرریاں عمل میں لاتا ہے۔ لیکن چیف جسٹس اور ججوں کے بارے میں صدر پارلیمانی کمیٹی اور جوڈیشل کونسل سے مشورہ لے گا۔

iv- امورِ خارجہ پر کنٹرول (Control over Foreign Affairs)

صدر پاکستان بین الاقوامی سطح پر ملک کی نمائندگی کرتا ہے۔ سفیروں کی تقرریاں کرتا ہے۔ دوسرے ممالک سے آئے ہوئے سفیروں کے کاغذات نامزدگی وصول کرتا ہے۔ وہ دوسری ریاستوں کے ساتھ مختلف معاہدات کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ کسی نئی ریاست کو تسلیم کرسکتا ہے اور سفارتی تعلقات منقطع کرسکتا ہے۔ خارجہ پالیسی تشکیل دینے اور اسے نافذ العمل کروانے کا اختیار صدر کو حاصل ہے۔ دیگر ممالک میں ایلچی اور مخصوص نمائندے بھیجنے کا مجاز ہے۔ صدر کا امور خارجہ پر کنٹرول صرف رسمی ہے۔ وزیرِ اعظم یہ تمام امور خود طے کرتا ہے۔

v- دفاعی امور پر کنٹرول (Control over Defence)

صدر کو دفاعی امور میں کچھ اختیارات حاصل ہیں۔ آئین میں کی گئی اٹھارہویں ترمیم کے تحت وہ، وزیر اعظم کے مشورے سے ہی جائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی کے چیئرمین اور تینوں مسلح افواج کے سربراہان کی تقرری کرتا ہے۔ فوج کو حرکت میں لاسکتا ہے۔ اعلانِ جنگ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ دیگر ممالک میں فوج بھیجنے کی حیثیت رکھتا ہے۔ دفاعی معاہدات کا اختیار بھی رکھتا ہے۔ لیکن دفاعی پالیسی میں بنیادی کردار وزیر اعظم کا ہے۔

2- قانون سازی کے اختیارات (Legislative Powers)

i- بلوں کی منظوری (Approval of Bills)

پارلیمنٹ جو بل پاس کرتی ہے۔ اس کی آخری منظوری صدر دیتا ہے۔ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان جب کسی بل کو پاس کر لیتے ہیں تو پھر وہ بل آخری منظوری کے لیے صدر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صدر اس کو دوبارہ بحث کے لیے پارلیمنٹ میں بھیج سکتا ہے۔ اگر پارلیمنٹ دوبارہ سادہ اکثریت سے اس بل کو پاس کردے تو پھر وہ خود بخود قانونی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ صدر اگر کسی بل پر 30 دن تک دستخط نہ کرے تو وہ قانون بن جاتا ہے۔

ii- اجلاس بلانا (Calling of Session)

صدر پارلیمنٹ کے ایک ایوان یا دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس بلا سکتا ہے۔ وہ مخصوص اجلاس بلانے کا بھی مجاز ہے۔ صدر اجلاس میں کسی زیرِ بحث مسئلہ کے بارے بات کرسکتا ہے۔

iii- اسمبلی کی برطرفی (Dissolution of Assembly)

صدر اور گورنر ناگزیر حالات میں بھی اسمبلیاں نہیں توڑ سکتے ہیں کیونکہ اٹھارھویں ترمیم کے بعد ان سے یہ اختیارات واپس لے لیے گئے ہیں۔

iv- آرڈیننس کا اجرا (Issuance of Ordinance)

جب اسمبلی کا اجلاس نہ ہو رہا ہو تو صدر آرڈیننس جاری کرنے کا اختیار رکھتا ہے لیکن یہ آرڈیننس صرف 4 ماہ کی مدت کے لیے نافذ العمل ہوتا ہے۔ اگر پارلیمنٹ اس کو منظور کردے تو یہ قانون بن جاتا ہے۔ ورنہ مدتِ مقررہ کے بعد یہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

v- خطاب کرنا (To Adress)

صدر قومی اہمیت کے معاملات کے بارے میں کسی ایک ایوان یا دونوں ایوانوں سے یکجا خطاب کرسکتا ہے اور اس مقصد کے لیے ارکان کی حاضری کا حکم دے سکتا ہے۔۔

vi- استصواب رائے (Referendum)

صدر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی قومی مسئلے پر استصواب رائے کروا سکتا ہے۔ وہ قانون سازی میں بھی استصواب رائے کروانے کا اختیار رکھتا ہے۔ لیکن اٹھارھویں ترمیم کے تحت ریفرنڈم (استصواب رائے) کے انعقاد میں صدر وزیرِ اعظم سے مشورے کا پابند ہے۔

3- عدالتی اختیارات (Judicial Powers)

صدر سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کے چیف جسٹس اور ججوں کو مقرر کرنے میں پارلیمانی کمیٹی اور جوڈیشل کمیٹی کے مشورے کا پابند ہے۔ رحم کی اپیل صدر کے پاس ہوتی ہے۔

صدر مجرموں کی پھانسی کی سزا کو معاف کرسکتا ہے یا اسے عمر قید میں تبدیل کرنے کا مجاز ہے۔ سزا کو معطل کرنے کا اختیار بھی اسے حاصل ہے۔

4- مالیاتی اختیارات (Financial Powers)

صدر پارلیمنٹ سے منظور شدہ بجٹ کی آخری منظوری دیتا ہے۔ اس کے علاوہ صدر بعض اوقات کچھ مالی منصوبوں پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کر کے پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ وزیر اعظم کے مشورے سے مختلف صوبوں کو خصوصی گرانٹ دینا صدر کے اختیار میں ہے۔

5- ہنگامی اختیارات (Emergency Powers)

سیاسی افراتفری، فرقہ واریت یا مذہبی منافرت کی وجہ سے ملک میں کسی قسم کی ہنگامی صورتِ حال پیدا ہو جائے اور صدر بہ خیال کرے کہ ملک کی سالمیت اور استحکام کو خطرہ لاحق ہے تو وہ ملک میں ہنگامی حالت کا اعلان کر کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے۔

بہر حال اٹھارھویں ترمیم کے تحت صدر صرف رسمی اور نمائشی اختیارات کا مالک ہے۔ اس کی حیثیت صرف آئینی سربراہ کی ہے۔ تمام اختیارات کا سرچشمہ وزیرِ اعظم کی ذات ہے۔

وزیراعظم (Prime Minister)

1973ء کے آئین کے مطابق پاکستان کا وزیراعظم حکومت اور انتظامیہ کا سربراہ ہے۔

-1 اہلیت (Qualifications)

وزیراعظم بننے کے لیے لازمی ہے کہ امیدوار:

-i مسلمان ہو اور پاکستان کا شہری ہو۔

-ii ختم نبوت پر مکمل یقین رکھتا ہو۔

-iii قومی اسمبلی کا رکن ہو۔

-iv نظریہ پاکستان کا زبردست حامی ہو۔

-v وہ حکومت کے کسی منافع بخش عہدے پر فائز نہ ہو۔

-2 انتخاب (Election)

1973ء کے آئین کے مطابق وزیراعظم کا چناؤ قومی اسمبلی کو حاصل تھا۔ 1985ء میں آٹھویں ترمیم کے تحت وزیراعظم کو نامزد کرنے کا اختیار صدر کو سونپ دیا گیا۔ وزیراعظم قومی اسمبلی کا رکن ہوتا ہے۔ اس کو اسمبلی میں اکثریت حاصل ہوتی ہے اور قومی اسمبلی کے ارکان اس کے انتخاب کی توثیق کرتے ہیں۔

-3 عدم اعتماد (Vote of No Confidence)

جب وزیراعظم کو اس کے عہدے سے ہٹانا مقصود ہو تو اس کے خلاف قومی اسمبلی کے اجلاس میں ارکان تحریک عدم اعتماد پیش کر سکتے ہیں۔ اگر اکثریتی ارکان اسمبلی تحریک کی حمایت کر دیں تو وزیراعظم کے خلاف عدم اعتماد ہو جاتا ہے اور وزیراعظم کو برطرف سمجھا جاتا ہے۔

وزیراعظم اپنے عہدے سے مستعفی بھی ہو سکتا ہے اور اپنا استعفیٰ صدر کو پیش کر سکتا ہے۔ وزیراعظم کے مستعفی ہونے یا برطرف ہونے پر اس کی پوری کابینہ برطرف سمجھی جاتی ہے۔

-4 میعاد (Term)

وزیراعظم پانچ سال تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے جو پارلیمنٹ کی میعاد ہے۔ وزیراعظم اس وقت تک برسراقتدار رہ سکتا ہے جب تک اسے پارلیمنٹ میں اکثریت کی حمایت حاصل ہو۔

-5 قائم مقام وزیراعظم (Acting Prime Minister)

وزیراعظم جب اپنی کابینہ کی تشکیل کرتا ہے تو اس وقت ایک سینئر وزیر کا انتخاب کرتا ہے جو وزیراعظم کی عدم موجودگی میں قائم مقام وزیراعظم کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ وزیراعظم کے فوت ہونے کی صورت میں وہ بقیہ مدت قائم مقام وزیراعظم کے طور پر

پوری کرتا ہے۔

وزیراعظم کے اختیارات (Powers of Prime Minister)

وزیراعظم حکومت کا سربراہ ہوتا ہے۔وہ اپنی کابینہ کے اراکین کا چناؤ کرتا ہے۔اس کو اپنی کابینہ میں بہت اہم حیثیت حاصل ہے۔قانون سازی میں اس کی رائے اثرانداز ہوتی ہے۔

I- انتظامی اختیارات (Administrative Powers)

i- کابینہ کا سربراہ (Head of Cabinet)

قومی اسمبلی کا سربراہ ہونے کی وجہ سے وزیراعظم اپنی کابینہ کا بھی سربراہ ہوتا ہے۔کابینہ کے تمام ارکان اپنے محکموں کے متعلق وزیراعظم کو رپورٹ مہیا کرتے رہتے ہیں۔ ہر وزیر کو ایک ایک محکمہ تفویض ہوتا ہے۔ وہ اپنے محکموں کے متعلق پالیسی بناتے وقت وزیراعظم سے یقینی طور پر مشورہ طلب کرتے ہیں اور اس کی روشنی میں محکمے کی ترقی اور ترویج کے لیے کام کرتے ہیں۔

ii- کابینہ کی تشکیل (Composition of Cabinet)

وزیراعظم پاکستان اپنا حلف لینے کے بعد اپنی کابینہ تشکیل کرتا ہے۔کابینہ میں تمام صوبوں کے ارکان کو نمائندگی دی جاتی ہے۔ کابینہ میں قابل اور پارٹی کے بیشتر افراد کو شامل کیا جاتا ہے۔ ہر وزیر ایک محکمے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔تمام وزرا پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے لیے جاتے ہیں لیکن ایک چوتھائی وزرا سینٹ سے لینا ضروری ہیں۔

iii- وزرا کی برطرفی (Termination of Ministers)

اگر کوئی کابینہ کا وزیر اپنے فرائض دیانتداری، تن دہی یا سنجیدگی سے ادا کرنے کے قابل نہیں تو وزیراعظم اسے برطرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔وزیراعظم متعلقہ وزیر کو مستعفی ہونے کا کہہ سکتا ہے۔کابینہ کے ایک وزیر کے مستعفی ہونے سے کابینہ متاثر نہیں ہوگی۔

iv- تقرریاں اور اعزازات (Appointments and Awards)

2010ء میں 1973ء کے آئین میں کی گئی اٹھارہویں ترمیم کے تحت انتظامیہ، عدلیہ اور دیگر کلیدی اسامیوں اور سربراہوں کی تقرریاں کرنے میں صدر پاکستان، وزیراعظم سے مشورہ لینے کا پابند ہے۔اسی طرح حکومت کی طرف سے مختلف شعبوں میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والوں کو اعزازات عطا کیے جاتے ہیں۔صدر پاکستان ان تقرریوں اور اعزازات دینے کے متعلق بھی وزیراعظم سے مشورہ کرتا ہے۔

-2 قانون سازی کے اختیارات (Legislative Powers)

-i بلوں کی منظوری (Approval of Bills)

وزیر اعظم قومی اسمبلی میں قائد ایوان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے قومی اسمبلی کے اندر قانون سازی کی کارروائی وزیر اعظم کی رہنمائی میں ہوتی ہے۔ مسودات کو پیش کرنے اور بحث ومباحثہ میں وزیر اعظم کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ چونکہ وزیر اعظم قومی اسمبلی کے اندر اکثریت والی پارٹی کا سربراہ ہوتا ہے اور بل اکثریت سے منظور کیے جاتے ہیں اس لیے قانون سازی میں وزیر اعظم کا براہ راست اثر ورسوخ ہوتا ہے اور اس کی مرضی سے قانون سازی ہوتی ہے۔

-ii قومی اسمبلی کی تحلیل (Dissolution of National Assembly)

اگر ملک کے سیاسی حالات ناگفتہ بہ ہو جائیں تو قومی اسمبلی کو اپنی مقررہ مدت سے پہلے برطرف کرنے کے لیے وزیر اعظم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ صدر کو قومی اسمبلی برخاست کرنے کا مشورہ دے۔ ایسے مشورہ پر صدر پاکستان قومی اسمبلی کو تحلیل کرنے کا اعلان کر دے گا۔ وزیر اعظم کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک کے دوران قومی اسمبلی کو برخاست کرنا ممکن نہیں۔

-3 مالیاتی اختیارات (Financial Powers)

حکومت کی نگرانی میں بجٹ تیار کیا جاتا ہے۔ اس تیاری میں وزیر اعظم کا مشورہ شامل ہوتا ہے۔ جب یہ بجٹ قومی اسمبلی میں منظوری کے لیے پیش ہوتا ہے تو وزیر اعظم ایوان کا سربراہ ہونے کے ناطے ملک کے سالانہ بجٹ کی منظوری پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ایوان کی اکثریت بجٹ کی منظوری عطا کرتی ہے اور یہ اکثریت وزیر اعظم کو حاصل ہوتی ہے۔

-4 امور خارجہ کے تعلقات (Foreign Affairs)

2010ء میں 1973ء کے آئین میں کی گئی اٹھارہویں ترمیم کے تحت وزیر اعظم خارجہ پالیسی مرتب کرتا ہے۔ چونکہ وہ کابینہ کا سربراہ ہوتا ہے اس لیے وزیر خارجہ، وزیر اعظم کی مرضی سے خارجہ پالیسی طے کرتا ہے۔ وزیر خارجہ، وزیر اعظم کے ماتحت ہوتا ہے۔ وہ وزیر اعظم کے مشورے پر عمل کرتا ہے۔

-5 قائد ایوان (Leader of House)

پاکستان میں وزیر اعظم کے عہدے پر وہی شخص فائز رہنے کا حق رکھتا ہے جو قومی اسمبلی میں پارٹی کا سربراہ اور قائد ایوان ہوتا ہے۔ وزیر اعظم منتخب ہونے کے بعد وہ اپنی پارٹی کے منشور اور منصوبوں کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں کی مدد سے کاروبار حکومت چلاتا ہے۔

-6 قوم کا نمائندہ (Representative of Nation)

چونکہ وزیر اعظم قوم کا منتخب شدہ نمائندہ ہوتا ہے اس لیے قوم اس کو عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ وہ بین الاقوامی سطح کے دوروں پر جاتے ہوئے اپنی قوم کے اہم نمائندے کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے اس لیے وہ وہاں اپنی قوم کے تشخص اور ملکی عظمت کو اجاگر کرتا ہے۔

7- عوامی فلاح و بہبود (Welfare of People)

وزیراعظم عوام کا نمائندہ اور قائد ہوتا ہے۔اس لیے وہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ہمیشہ اپنی کابینہ سمیت مصروف عمل رہتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ عوام کی شکایات کا ازالہ کرتا ہے۔صدر کی ہدایات پر ترقیاتی کاموں کا اجرا کرتا ہے تاکہ عوامی مسائل جلد از جلد حل ہوسکیں۔

صوبائی خودمختاری (Provincial Autonomy)

1973ء کے آئین کے مطابق پاکستان میں وفاقی طرزِ حکومت قائم ہے۔ پاکستان کے آئین سازوں کو ہمیشہ اس مسئلے کا سامنا رہا کہ بعض صوبوں کی طرف سے کیے جانے والے وسیع اعتراضات اور خودمختاری کے مطالبات کو پورا کرتے ہوئے پاکستان کی وحدت اور سالمیت کے تقاضوں کے مطابق ایسا آئین مرتب کیا جائے جس میں مرکز کو مناسب اختیارات حاصل ہوں اور باقی اختیارات صوبوں کو دے دیے جائیں۔ 1956ء اور 1962ء کے آئینوں کے برعکس 1973ء کے آئین میں صوبوں کو داخلی خودمختاری دی گئی ہے اور اس مسئلے کو خوش اسلوبی سے حل کر دیا گیا ہے۔

1- وفاق کی نوعیت (Nature of Federation)

1973ء کے آئین کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کا وفاق مندرجہ ذیل علاقوں پر مشتمل ہوگا:

i- صوبے: صوبہ پنجاب، صوبہ سندھ، شمال مغربی سرحدی صوبہ (خیبر پختونخوا) اور صوبہ بلوچستان۔

ii- وفاقی دارالحکومت اسلام آباد اور اس کا ملحقہ علاقہ

iii- وفاقی قبائلی علاقے

2- قانون سازی میں حصہ (Share in Legislation)

قانون سازی میں امور کی دو فہرستیں ہیں۔ وفاقی امور کی فہرست اور متصلہ امور کی فہرست۔ وفاقی امور پر مرکزی حکومت اور متصلہ امور پر مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو قانون سازی کا حق ہے۔اس سلسلے میں بالادستی صرف مرکزی حکومت کو ہوگی۔اور صوبائی حکومتوں کا قانون غیر موثر ہو جائے گا۔ باقی ماندہ امور پر قانون بنانے کا اختیار صرف صوبوں کی حکومتوں کو حاصل ہے۔ قانون سازی میں صوبوں کو حصہ دے کر خودمختار بنا دیا گیا ہے۔

3- انتظامی نظام (Executive System)

وفاقی انتظامیہ صدر مملکت، وزیراعظم اور اس کی کابینہ پر مشتمل ہے جبکہ صوبہ کی انتظامیہ میں ہر صوبے کا گورنر، وزیراعلیٰ اور اس کی کابینہ شامل ہیں۔ صوبوں اور مرکز کے درمیان رابطے کا ذریعہ صوبائی گورنر ہیں۔ گورنر صوبے میں وفاقی حکومت کا نمائندہ تصور کیا جاتا ہے۔ صوبائی حکومتیں اپنی مرضی سے پالیسیاں بنا سکتی ہیں۔ انتظامی امور میں صوبے خودمختار ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق قانون سازی کرتے ہیں، انتظام چلاتے ہیں اور صوبائی خودمختاری کا احترام کرتے ہیں۔

4- عدالتی ڈھانچہ (Judicial Structure)

پاکستان کے عدالتی نظام میں مرکز کی سطح پر بالاتر عدالتی ادارہ سپریم کورٹ ہے۔ صوبائی سطح پر ہر صوبے میں ایک ایک

ہائی کورٹ قائم ہے۔ سپریم کورٹ مختلف صوبوں کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کا فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ اسی طرح اعلیٰ عدالتی کونسل (Supreme Judicial Council) کے جج بھی صوبوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ عدالتی نظام صوبائی خودمختاری کا مظہر ہے جو اپنے فرائض آزادانہ سرانجام دے رہا ہے۔

5- مالیاتی امور (Financial Affairs)

مالیاتی امور میں بھی صوبائی حکومتیں خودمختار ہیں۔ ہر صوبائی حکومت اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے عوام پر ٹیکس عائد کر سکتی ہیں لیکن پھر بھی مرکزی حکومت ان کو مالی امداد فراہم کرتی ہے۔ مرکزی حکومت جو ٹیکس عائد کرتی ہے۔ اس کا مناسب حصہ قومی مالیاتی کمیشن کے ذریعے صوبائی حکومتوں کو فراہم کیا جاتا ہے۔ قومی مالیاتی کمیشن مرکز اور صوبوں کے درمیان مالیاتی امور کو طے کرتا ہے۔

6- وفاقی سول سروس (Federal Civil Service)

وفاقی پبلک سروس کمیشن ایک آئینی ادارہ ہے جو وفاقی سول سروس صوبوں کو مہیا کرتا ہے اور یہ اعلیٰ افسران صوبے کا انتظام چلاتے ہیں۔ وفاقی پبلک سروس کمیشن تمام صوبوں سے آبادی کے تناسب سے افسران کے انتخاب کے لیے امتحان کا بندوبست کرتا ہے اور کوٹہ کے مطابق افسران کی تقرری کی سفارش کرتا ہے۔ وفاقی سول سروس میں بھی صوبوں کا کوٹہ مقرر ہے۔

7- اداروں میں نمائندگی (Representation in the Institutions)

اس وقت پاکستان کے مختلف ادارے مختلف نوعیت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں، ان تمام اداروں میں صوبوں کو ہر لحاظ سے نمائندگی حاصل ہے اور انھیں کسی موقع پر محرومی کا شکار نہیں ہونے دیا گیا۔ صدر، وزیر اعظم، وفاقی وزرا، سینٹ کا چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین، قومی اسمبلی کا سپیکر اور ڈپٹی سپیکر، مشترکہ مفادات کی کونسل، اسلامی نظریاتی کونسل، قومی اقتصادی کونسل اور قومی مالیاتی کمیشن کے سربراہ اور اراکین مختلف صوبوں سے چنے جاتے ہیں۔ نمائندگی کا یہ اصول اس بات کی ترجمانی کرتا ہے کہ صوبوں کو خودمختاری حاصل ہے۔ اس سے 1973ء کے آئین کے مطابق صوبائی خودمختاری کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔

8- مکمل خودمختاری (Complete Provincial Atonomy)

صوبوں کو مزید بااختیار بنانے اور صوبائی خودمختاری دینے کے لیے اب تعلیم، صحت، زراعت، عدلیہ، ضابطہ دیوانی، ضابطہ فوجداری اور ثالثی کے قوانین میں وفاق کا دائرۂ اختیار ختم کر دیا گیا ہے اور صوبے ان معاملات میں مکمل طور پر خودمختار ہیں۔

سپریم کورٹ آف پاکستان
(Supreme Court of Pakistan)

1973ء کے آئین کے مطابق ملک میں ایک اعلیٰ وفاقی عدالت قائم کی گئی ہے جسے سپریم کورٹ آف پاکستان کہا جاتا ہے۔ اس عدالت کو ملک کی تمام عدالتوں پر برتری حاصل ہے۔ اس کے ذیلی بنچ بڑے بڑے شہروں میں بھی قائم ہیں۔

1- تشکیل (Composition)

پاکستان کی سپریم کورٹ ایک چیف جسٹس اور کچھ ججوں پر مشتمل ہے۔ آئین میں ججوں کی تعداد کا تعین نہیں کیا گیا۔

ججوں کی تعداد ملکی حالات کے مطابق پارلیمنٹ مقرر کرتی ہے۔ جب تک پارلیمنٹ ایسا نہیں کرتی یہ اختیار صدر کو حاصل ہوتا ہے۔

2- اہلیت (Qualification)

i- جج بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ پاکستان کا شہری ہو۔

ii- پانچ سال تک کسی ہائی کورٹ کا جج رہ چکا ہو۔

iii- پندرہ سال تک کسی ہائی کورٹ میں ایڈووکیٹ کی حیثیت سے کام کر چکا ہو۔

3- تقرری (Appointment)

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور ججوں کا تقرر پارلیمانی کمیٹی اور جوڈیشل کونسل کے مشورے سے صدر پاکستان کرتا ہے۔

4- برطرفی (Termination)

اگر کوئی جج آئین کی خلاف ورزی کرے، اپنے عہدے کا ناجائز فائدہ اٹھائے، بدعنوانی کا ارتکاب کرے یا ذہنی یا جسمانی لحاظ سے معذور ہو جائے تو صدر پاکستان اعلیٰ عدالتی کونسل (Supreme Judicial Council) کی تحقیقات پر مذکورہ جج کو اپنے عہدے سے برطرف کر سکتا ہے۔

5- میعاد عہدہ (Term)

سپریم کورٹ کے جج پینسٹھ سال کی عمر تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتے ہیں۔ اس کے بعد ان کو ریٹائر کر دیا جاتا ہے۔

6- حلف (Oath)

چیف جسٹس آف پاکستان اپنے عہدے کا حلف صدر پاکستان کے سامنے اور جج صاحبان چیف جسٹس کے سامنے اپنے عہدے کا حلف اٹھانے کے پابند ہیں۔

7- صدر مقام (Headquarter)

سپریم کورٹ کا صدر مقام اسلام آباد ہے لیکن اس کے بنچ دیگر بڑے شہروں میں بھی قائم ہیں مثلاً لاہور، کراچی، پشاور وغیرہ۔

8- قائم مقام یا عارضی جج (Officiating or Adhoc Judge)

کام کی زیادتی کی وجہ سے صدر پاکستان کسی ایسے شخص کو قائم مقام جج مقرر کر سکتا ہے جو سپریم کورٹ کے جج بننے کی تمام شرائط پوری کرتا ہو۔ اسی طرح سپریم کورٹ کا چیف جسٹس صدر مملکت کی اجازت سے عارضی جج مقرر کرنے کا مجاز ہے۔

9- بنچ (Bench)

عام مقدمات کی سماعت سپریم کورٹ کا ایک جج کرتا ہے جسے سنگل بنچ کہتے ہیں۔ خصوصی اہمیت کے مقدمات کے لیے ایک سے زیادہ ججوں پر مشتمل بنچ قائم کیے جاتے ہیں مثلاً ڈویژن بنچ اور فل بنچ وغیرہ۔ یہ بنچ کثرت رائے سے فیصلے دیتے ہیں۔

10- پابندیاں (Restrictions)

i- ملازمت کے دوران سپریم کورٹ کا جج کسی نفع بخش عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا۔

ii- ریٹائرمنٹ کے بعد دو سال تک وہ انتظامی نوعیت کے کسی سرکاری عہدے پر مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن چیف الیکشن کمشنر بن سکتا ہے۔

iii- ریٹائرمنٹ کے دو سال بعد تک وہ پاکستان کی کسی عدالت میں بطور وکیل پیش نہیں ہو سکتا۔

11- تنخواہ و مراعات (Privileges)

چیف جسٹس اور ججوں کو معقول تنخواہ دی جاتی ہے۔ انھیں ریٹائرمنٹ کے بعد پنشن بھی ملتی ہے۔ ان کو رہائش اور آمد و رفت الاؤنس دیا جاتا ہے جن کی توثیق اور نظر ثانی صدر پارلیمنٹ کی ایما پر کرتا ہے۔

اختیارات (Powers)

1- ابتدائی دائرہ سماعت (Original Jurisdiction)

اگر مرکز یا صوبوں کے درمیان اور اسی طرح مختلف صوبائی حکومتوں کے درمیان کوئی جھگڑا یا اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کی ابتدائی سماعت سپریم کورٹ کے اختیار میں ہے۔

2- اپیلوں کی سماعت (Appellate Jurisdiction)

سپریم کورٹ کو چاروں صوبائی ہائی کورٹس اور ان کی ذیلی عدالتوں کے دیے ہوئے فیصلوں کے خلاف اپیلیں سننے کا اختیار حاصل ہے۔ دیوانی نوعیت کے پچاس ہزار مالیت کے مقدمے اور فوجداری مقدمات میں سزائے موت کے خلاف سپریم کورٹ اپیلیں سننے کی مجاز ہے۔

3- بنیادی حقوق کا تحفظ (Protection of Fundamental Rights)

سپریم کورٹ عوام کے بنیادی حقوق کی محافظ ہے۔ اگر آئین میں شامل بنیادی حقوق شہریوں کو فراہم نہ کیے جائیں تو شہری سپریم کورٹ سے رجوع کر سکتے ہیں۔ سپریم کورٹ بنیادی حقوق کو بحال کرنے کے لیے احکامات بھی جاری کرتی ہے۔

4- مشاورتی اختیارات (Advisory Powers)

صدر پاکستان اگر کسی قومی اہمیت کے مسئلے پر قانونی مشورہ لینا چاہے تو وہ اس مسئلے کو سپریم کورٹ میں بھیج سکتا ہے۔ تاہم صدر ایسے قانونی مشورے کو ماننے کا پابند نہ ہوگا۔

5- نظر ثانی کے اختیارات (Powers of Review)

سپریم کورٹ کو نظر ثانی کے اختیارات بھی حاصل ہیں۔ وہ اپنے ہی دیے ہوئے فیصلے پر دوبارہ نظر ثانی کر سکتی ہے۔ اسی طرح کسی بھی غلطی کا ازالہ کرنے کے لیے سپریم کورٹ کو ایک اور موقع مل جاتا ہے۔ یہ اختیار کسی کی زندگی بچا سکتا ہے اور اس کو نقصان سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

6- آئین کی تشریح *(Interpretation of Constitution)*

آئین میں اگر کسی قسم کی الجھنیں یا ابہام پیدا ہو جائے تو سپریم کورٹ کو اس کی تشریح کا اختیار حاصل ہے۔ سپریم کورٹ جو بھی تشریح کرے گی وہ حتمی نوعیت کی ہوگی۔

7- آئین کی محافظ *(Guardian of Constitution)*

سپریم کورٹ آئین کی محافظ بھی تصور کی جاتی ہے۔ اگر انتظامیہ سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو سپریم کورٹ اس کے فیصلے کو غلط قرار دے سکتی ہے اور غیر آئینی ثابت ہونے پر اس کے فیصلے کو منسوخ کر سکتی ہے۔

8- ہدایات جاری کرنا *(To give Instructions)*

سپریم کورٹ اپنے زیرِ سماعت تمام مقدمات پر کسی بھی ادارے یا فرد کو مختلف قسم کی ہدایات جاری کر سکتی ہے جن پر عمل کرنا لازمی ہوگا۔ اس قسم کی ہدایات کا اطلاق پورے ملک پر ہوگا۔ اسی طرح حکم امتناعی کے ذریعے اسے کام کرنے سے روک سکتی ہے جو ان کے اختیار میں نہ ہو۔ سپریم کورٹ کسی سرکاری ادارے یا افراد کے احکامات کو غیر مؤثر بنا سکتی ہے۔

9- نگرانی کے اختیارات *(Supervisory Powers)*

سپریم کورٹ چاروں صوبائی ہائی کورٹس کی نگرانی کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ ان کے لیے قواعد و ضوابط تشکیل دیتی ہے۔ ہدایات اور احکامات جاری کر سکتی ہے۔

10- متفرق اختیارات *(Miscellaneous Powers)*

i- کسی شخص کو حاضری کا حکم دینا۔

ii- ضروری کاغذات یا مسودات طلب کرنا۔

iii- ٹریبونلز قائم کرنا۔

iv- مختلف قانونی نکات کی وضاحت کرنا۔

ہائی کورٹ (High Court)

پاکستان کے 1973ء کے آئین کے مطابق ملک کے چاروں صوبوں میں ایک ایک ہائی کورٹ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

1- تشکیل (Composition)

ہر صوبے کی ہائی کورٹ ایک چیف جسٹس اور چند ججوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ آئین کے مطابق ججوں کی تعداد متعین نہیں۔ ججوں کی تعداد ملکی حالات اور مقدمات کے مطابق پارلیمنٹ مقرر کرتی ہے۔ جب تک پارلیمنٹ ایسا نہیں کرتی یہ اختیار صدر کو حاصل ہوتا ہے۔

2- اہلیت (Qualification)

ہائی کورٹ کا جج بننے کے لیے ضروری ہے کہ:

i- وہ پاکستان کا شہری ہو۔

ii- اس کی عمر 40 سال سے کم نہ ہو۔

iii- ہائی کورٹ میں وکالت کا دس سالہ تجربہ رکھتا ہو۔

یا دس سال تک کسی بھی عدالتی عہدے پر فائز رہا ہو۔

یا دس سال تک سول سروس کا تجربہ ہو۔

یا تین سال تک بطور ڈسٹرکٹ یا سیشن جج کام کر چکا ہو۔

3- تقرری (Appointment)

ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور ججوں کی تقرری صدر پاکستان پارلیمانی کمیٹی اور جوڈیشل کونسل کی سفارشات پر کرتا ہے۔

4- برطرفی (Termination)

اعلیٰ عدالتی کونسل (Supreme Judicial Council) دماغی یا جسمانی معذوری، بدعنوانی، اختیارات کے ناجائز استعمال اور آئین کی خلاف ورزی کرنے پر کسی ملوث جج کو برطرف کروا سکتی ہے۔ برطرفی کا اختیار صدر پاکستان کے ہاتھ میں ہے۔

5- میعاد عہدہ (Term)

ہائی کورٹ کے جج کی ریٹائرمنٹ کی عمر 62 سال ہے لیکن اس سے پہلے وہ اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکتا ہے۔

6- حلف (Oath)

ہائی کورٹ کا چیف جسٹس متعلقہ گورنر کے سامنے جبکہ جج متعلقہ چیف جسٹس کے سامنے اپنے عہدے کا حلف اٹھاتا ہے۔

7- صدر مقام (Headquarter)

ہائی کورٹ کا صدر دفتر متعلقہ صوبائی دارالحکومت میں قائم ہوتا ہے لیکن اس کے بنچ صوبے کے دیگر بڑے شہروں میں بھی قائم ہوتے ہیں۔

8- قائم مقام یا عارضی جج (Officiating or Adhoc Judge)

اگر کسی ہائی کورٹ میں کام کا بوجھ بڑھ جائے تو صدر پاکستان مخصوص حالات میں قائم مقام جج اور صوبائی چیف جسٹس عارضی جج تعینات کر سکتا ہے۔

9- بنچ (Bench)

صوبے کے چند بڑے شہروں میں ہائی کورٹ کے بنچ قائم کیے گئے ہیں۔ عام طور پر مقدمات کی سماعت ایک جج کرتا ہے جس کو سنگل بنچ کہتے ہیں۔ اہم مقدمات کی سماعت کے لیے دو یا دو سے زیادہ جج مقرر ہوتے ہیں جو ڈویژنل بنچ کہلاتے ہیں۔ ان کا فیصلہ کثرت رائے سے ہوتا ہے۔

10- پابندیاں (Restrictions)

i- دورانِ ملازمت کوئی جج کوئی منافع بخش عہدہ نہیں سنبھال سکتا۔

ii- ریٹائرمنٹ کے دوسال بعد تک کوئی سرکاری انتظامی عہدہ قبول نہیں کرسکتا۔

iii- ریٹائرمنٹ کے دوسال بعد تک وہ کسی ہائی کورٹ میں بطور وکیل کام نہیں کرسکتا۔

11- تنخواہ ومراعات (Privileges)

ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور ججوں کو معقول تنخواہ دی جاتی ہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ معقول پنشن کے حقدار ہیں۔ رہائش اور آمدورفت الاؤنس کی سہولیات بھی فراہم کی جاتی ہیں لیکن ان کا تعین پارلیمنٹ کرتی ہے اور صدر پاکستان اس کی توثیق کرنے کا مجاز ہے۔

اختیارات (Powers)

ہائی کورٹ صوبے کی اعلیٰ عدالت ہے۔ وہ اپنی صوبائی حدود کے اندر مندرجہ ذیل اختیارات استعمال کرتی اور فرائض سرانجام دیتی ہے۔

1- ابتدائی دائرہ سماعت (Original Juridiction)

ہائی کورٹ کو ایسے تمام معاملات میں ابتدائی سماعت کا اختیار حاصل ہے جہاں آئین میں درج بنیادی حقوق کے تحفظ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

2- اپیلوں کے اختیارات (Appellate Jurisdiction)

ہائی کورٹ صوبے کی تمام ڈسٹرکٹ اور سیشن کورٹس کے ہر قسم کے دیوانی اور فوجداری مقدمات کی اپیلیں سننے کا اختیار رکھتی ہے۔ فوجداری نوعیت میں سزائے موت یا عمر قید کی سزا اور دیوانی مقدمہ میں دس ہزار مالیت کے مقدمے کے خلاف اپیلیں سننے کی مجاز ہے۔

3- حکم ناموں کا اجرا (Issuance of Orders)

ہائی کورٹ اپنی صوبائی حدود کے اندر مندرجہ ذیل حکم نامے جاری کرنے کی حامل ہے۔

i- حکم نامہ امر (Order of Mandamus)

ہائی کورٹ کسی سرکاری افسر، کارپوریشن یا ماتحت عدالت کو کسی فرض کی ادائیگی کرنے کا حکم دے سکتی ہے جو وہ نہ کر رہا ہو۔

ii- حکم امتناعی (Order of Prohibition)

ہائی کورٹ کسی سرکاری افسر، کارپوریشن یا ماتحت عدالت کو کسی فرض کی ادائیگی سے منع کرسکتی ہے۔ جو وہ غیر قانونی طور پر کر رہا ہو اور اس کے اختیار میں نہ ہو۔

iii- حکم تعین اختیارات (Order of Certorari)

اگر کوئی عدالت غیر قانونی طور پر اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہوئے فیصلہ کردے تو ہائی کورٹ حکم تعین اختیارات کے ذریعے اس فیصلے کو بدلنے اور قانونی طور پر پہلے فیصلے میں ردوبدل کا حکم دے سکتی ہے۔

iv- حکم حبس بے جا (Order of Habeas Corpus)

ہائی کورٹ کسی زیرِ حراست شخص کی درخواست پر اس شخص اور متعلقہ ریکارڈ کو "حکم حبس بے جا" کی رو سے ہائی کورٹ میں پیش

کرنے کا حکم صادر کر سکتی ہے۔ تاکہ وہ یہ معلوم کرے کہ اسے غیر قانونی طور پر قید میں تو نہیں رکھا گیا۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو عدالت اسے رہا کرنے کے احکامات جاری کر سکتی ہے۔

v- حکم اظہار وجوہ (Order of Quo Warranto)

اس حکم کے ذریعے وہ کسی سرکاری عہدے دار سے یہ وضاحت طلب کرنے کی مجاز ہے کہ وہ کس قانونی اختیارات کے تحت اس عہدے پر فائز ہونے کا حق دار ہے۔

4- نگرانی کے اختیارات (Supervisory Powers)

ہائی کورٹ صوبے کی تمام ماتحت عدالتوں کی نگرانی کرتی ہے۔ ان کے لیے اصول وضوابط وضع کرنا اور ہدایات جاری کرنا ہائی کورٹ کے فرائض میں شامل ہیں۔ ماتحت عدالتوں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لیے معائنہ ٹیمیں تشکیل دیتی ہے اور ان کی خلاف ضابطہ کارروائیوں پر گرفت کرنے کے لیے اچانک چھاپے بھی مارتی ہے۔

5- بنیادی حقوق کا تحفظ (Protection of Fundamental Rights)

ہائی کورٹ کو بنیادی حقوق کے تحفظ اور ان کی بحالی کے خصوصی اختیارات حاصل ہیں۔ کسی شہری کی درخواست پر اس کا بنیادی حق بحال کرنے کا حکم صادر کر سکتی ہے۔ یہ کسی حکم یا قانون کو کالعدم قرار دے سکتی ہے جو بنیادی حقوق کے منافی ہو۔

6- توہینِ عدالت کی کارروائی (Contempt of Court)

ہائی کورٹ کسی شخص پر توہینِ عدالت کے الزام میں مقدمہ چلا سکتی ہے اور اسے سزا دے سکتی ہے۔

7- مشاورتی اختیارات (Advisory Powers)

ہائی کورٹ کسی اہم قانونی نکتے کے بارے میں گورنر کو مشورہ دے سکتی ہے بشرطیکہ وہ مشورہ طلب کیا گیا ہو لیکن وہ اس کو ماننے کا پابند نہیں ہے۔

ضلعی عدلیہ: ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹس

ہر ضلع میں ایک ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ ہوتی ہے جس کا سربراہ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ہوتا ہے۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی معاونت کے لیے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن ججز کا تقرر کیا جاتا ہے جن کے عدالتی اختیارات ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے برابر ہوتے ہیں تاہم ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے پاس عدالتی انتظام وانصرام کے اختیارات بھی ہوتے ہیں۔ اس طرح ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ضلعی عدلیہ کا سربراہ ہوتا ہے۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ ابتدائی دیوانی فوجداری عدالت ہائے کے احکامات کے خلاف اپیل اور نگرانی کی سماعت بھی کرتی ہے۔ تاہم زیادہ اہم مقدمات بشمول قتل کے سماعت کا اختیار ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ کو ہی حاصل ہے۔

ابتدائی عدالت دیوانی وفوجداری

سول جج کی عدالت ابتدائی عدالت دیوانی ہوتی ہے۔ تمام سول مقدمات ابتدائی عدالت دیوانی میں سول جج کے سامنے ہی سماعت ہوتے ہیں۔ سول جج کے پاس مجسٹریٹ کے اختیارات بھی ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ دیوانی کے ساتھ ساتھ ابتدائی عدالت فوجداری کا کام بھی کرتا ہے۔ زیادہ تر فوجداری اور دیوانی مقدمات سول جج / جوڈیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں ہی سماعت ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ فیملی و کرایہ داری کے مقدمات کی سماعت بھی اسی ابتدائی عدالت میں ہوتی ہے۔ فیملی مقدمات کی سماعت کے وقت سول جج کو فیملی جج کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں جبکہ کرایہ داری کے مقدمات کی سماعت کے وقت اس کو رینٹ ٹریبونل کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

سوالات

حصہ اوّل (معروضی)

-1 ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگایئے:

-i پاکستان کی قومی اسمبلی کے ارکان کی تعداد کتنی ہے؟

الف۔ 332 ب۔ 342 ج۔ 352 د۔ 362

-ii صدارتی آرڈیننس کتنی مدت کے لیے نافذالعمل ہوتا ہے؟

الف۔ 4ماہ ب۔ 6ماہ ج۔ 8ماہ د۔ 10ماہ

-iii 1973ء کے آئین کے میں آٹھویں ترمیم کب کی گئی؟

الف۔ 1979ء ب۔ 1981ء ج۔ 1983ء د۔ 1985ء

-iv سپریم کورٹ کے جج کی ریٹائرمنٹ کی عمر کتنی ہے؟

الف۔ 55سال ب۔ 60سال ج۔ 65سال د۔ 70سال

-v 1962ء کا آئین کتنی دفعات پر مشتمل تھا؟

الف۔ 250 ب۔ 280 ج۔ 310 د۔ 340

-vi قراردادِ مقاصد (1949ء) کس وزیرِاعظم کے دور میں منظور ہوئی؟

الف۔ خواجہ ناظم الدین ب۔ چوہدری محمد علی

ج۔ حسین شہید سہروردی د۔ لیاقت علی خاں

-vii گورنر جنرل ملک غلام محمد نے پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کو کب برخاست کیا؟

الف۔ 1954ء ب۔ 1956ء ج۔ 1958ء د۔ 1960ء

-viii 1956ء کے آئین کے تحت مقننہ کتنے ارکان پر مشتمل تھی؟

الف۔ 100 ب۔ 200 ج۔ 300 د۔ 400

-ix پاکستان کے سینٹ کے ارکان کی تعداد کتنی ہے؟

الف۔ 40 ب۔ 60 ج۔ 80 د۔ 104

-x وحدت مغربی پاکستان کب عمل میں آئی؟

الف۔ 1945ء ب۔ 1955ء ج۔ 1965ء د۔ 1975ء

-2 درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیجیے:

-i پاکستان میں رائے دہندہ کی شرائط تحریر کیجیے۔

-ii بنیادی اصولوں کی کمیٹی کیوں تشکیل دی گئی؟

iii- وحدت مغربی پاکستان سے کیا مراد ہے؟

iv- مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں بڑی طاقتوں کا کیا کردار تھا؟

v- پاکستان کے 1973ء کے آئین کو "وفاقی آئین" کیوں کہا جاتا ہے؟

vi- سینٹ کی تشکیل کیسے ہوتی ہے؟

vii- قومی اسمبلی کے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کو کیوں منتخب کیا جاتا ہے؟

viii- پاکستان کا صدر بننے کے لیے کن شرائط کا ہونا لازمی ہے؟

ix- وزیراعظم کا انتخاب کیسے ہوتا ہے؟

x- سپریم کورٹ آف پاکستان کی تشکیل کیسے ہوتی ہے؟

حصہ دوم (انشائیہ)

3- درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیجیے:

i- قراردادِ مقاصد کے اہم نکات کی وضاحت کیجیے۔

ii- 1956ء کے آئین کے اہم خدوخال بیان کیجیے۔

iii- 1962ء کے آئین کے اہم خدوخال کا جائزہ لیجیے۔

iv- مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی وجوہات بیان کیجیے۔

v- 1973ء کے آئین کے اہم خدوخال تحریر کیجیے۔

vi- 1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات کا جائزہ لیجیے۔

vii- پارلیمنٹ کے اختیارات کی وضاحت کیجیے۔

viii- صدر پاکستان کے اختیارات کی وضاحت کیجیے۔

ix- وزیراعظم پاکستان کے اختیارات واضح کیجیے۔

x- سپریم کورٹ آف پاکستان کے اختیارات کی وضاحت کیجیے۔